https://ataunnabi.blogspot.com/

اُمّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا

تصنیف
ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت شاطی مصری

ترجمہ
محمد اکرم الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ○ کراچی ○ پاکستان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اُمُّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا

تصنیف

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت شاطی مصری

ترجمہ

محمد اکرم الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ○ کراچی ○ پاکستان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جملہ حقوق محفوظ ہیں

85064

نام کتاب	ام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تصنیف	ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن بنت شاطی مصری
ترجمہ	محمد اکرم الازہری
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	فروری 2003ء
کمپیوٹر کوڈ	1Z344
قیمت	[redacted] روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔ 021-2210212-221201-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست

انتساب 5

کچھ ترجمہ کے بارے میں 6

مناجات 11

باب اول سیدہ الامہات 14

☆ سیرت سیدہ آمنہ اور اس کے مراجع 15

☆ نسوانیت اور ماحتا 21

☆ انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں 35

باب دوم فضاء، ماحول اور خاندان 58

☆ بیت عتیق 59

☆ بنو زہرہ 74

باب سوم زہرہ قریش 79

☆ زہرہ کی کلی 80

☆ بنو ہاشم کا گل سرسبد 82

☆ شادی 90

☆ بشارت 97

باب چہارم بیوہ دلہن 102

☆ فراق 103

☆ یثرب کی طرف قاصد 107

☆ لوٹ کر نہ آنے والا مسافر 109

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب پنجم یتیم کی ماں 111

☆ آثارِ ولادت 112

☆ ورودِ مسعود 128

☆ رضاعت 135

باب ششم سفرِ آخرت 147

☆ سوئے یثرب 148

☆ الوداع 152

☆ یتیم کی واپسی 154

باب ہفتم یادگار 156

☆ ناقابلِ فراموش یادیں 157

☆ وہ خیال جو کبھی ذہن سے غائب نہیں ہوتا 162

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انتساب مستطاب

خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے نام
کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیرت و کردار میں اپنی جدہ ماجدہ
حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عکس جمیل تھیں۔

مزرع تسلیم را حاصل بتولؓ
مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ

(محمد اقبال، اسرار و رموز)

گر قبول افتد زہے عز و شرف

....

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کچھ ترجمہ کے بارے میں

وہ کون ہے؟

جس نے اپنے وجودِ کریم سے ایک پیکرِ عظیم کو جنم دیا۔

جسے خالقِ کائنات نے ایک مقدس امانت کا امین بنایا تو اس نے عالم کو ایک سراپا یمن و برکت امین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نواز دیا۔

جس کے آنگن میں وہ حسین پھول کھلا کہ اس کے بہار آفرین تبسم سے گلشنِ ہستی پر نکھار آ گیا۔

جس کے کاشانہ اقدس میں نورِ ازلی کی وہ کرن پھوٹی کہ اس کی چمک سے باطل کے اندھیرے حق کے اجالوں میں بدل گئے، انسانیت کی شبِ دیجور سحر آشنا ہوئی۔

جسے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ماں ہونے کا رتبہ بلند ملا تو ماؤں کی عظمت و وقار کو سربلند کر دیا اور ان کی ممتا کو اپنے عروج و کمال تک پہنچا دیا۔

یہ محسنۂ کائنات، مخدومۂ جہاں، ممتا کا جھومر، ماؤں کی سردار، اُمّ النبی، والدۂ رسول سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ذات مستودہ صفات ہے۔ جس نے روحِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جنم دے کر کائنات پر احسانِ عظیم کیا۔ جب دنیا سے رخصت ہو رہی تھیں اور سانس کی ڈوری ٹوٹ رہی تھی تو اس وقت فرمایا:

"ہر زندہ نے مرنا ہے، ہر نئی چیز نے پرانا ہونا ہے اور ہر بڑی چیز نے فنا ہونا ہے۔ میں اب تو دنیا سے جا رہی ہوں مگر میرا ذکرِ جمیل باقی رہے گا کیونکہ میں اپنے پیچھے اپنے لختِ جگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر جا رہی ہوں جو سراپا خیر و طہارت ہے۔"

زیرِ نظر کتاب "اُمّ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)" سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بارگاۂ ناز میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

عطر بیز ارمغان عقیدت اور سوز و گداز سے لبریز سلام نیاز ہے۔ پیش کرنے کی سعادت محترمہ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت شاطی کو ارزانی ہوئی۔ موصوفہ عربی مشہور و معروف سکالر ہیں۔ متنوع موضوعات پر کئی ایک کتابوں کی مصنف ہیں۔ علمی طبقوں میں خاص مقام اور ادبی حلقوں میں نمایاں کام رکھتی ہیں۔ سیرت و سوانح نگاری موصوفہ کی پہچان اور تاریخ کے پھیکے کو شیریں بنا کر پیش کرنا اس کے قلم کی شان ہے۔

ان گلہائے عقیدت کو "آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا" کے عنوان سے گلدستہ اردو میں پیش کرنے کا شرف حضرت مولانا محمد اکرم الازہری مدظلہ کے حصہ میں آیا۔ راقم الحروف بھی اللہ تعالیٰ کے اس کرم سے محروم نہ رہا اور ترجمہ میں قبلہ استاذی المکرّم کی معاونت کی توفیق نصیب ہوئی۔ یوں بخت کی یاوری سے احقر بھی مادر کائنات کے حضور سپاس عقیدت پیش کرنے سے سعادت اندوز ہوا۔

اردو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر کوئی قابل قدر کتاب ابھی تک میری نظر سے نہیں گزری۔ اردو میں آپ کی سیرت پر کام کی اشد ضرورت تھی۔ بھلا ہو جناب ڈاکٹر وقار انجم صاحب کا جن کی وساطت سے یہ کتاب ہم تک پہنچی۔ اللہ تعالیٰ ان پر خصوصی عنایات و نوازشات فرمائے۔

"اُمّ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" ایک شاہکار کتاب ہے۔ جس میں محترمہ ڈاکٹر عائشہ نے بڑے دلکش اسلوب بیان میں سیدہ آمنہ کی حیات طیبہ رقم کی ہے۔ آپ کی زندگی کے شب و روز کی اس طرح تصویر کشی کی ہے کہ آپ کی سیرت کا ہر پہلو نمایاں اور کردار کا ہر گوشہ روشن ہو جاتا ہے۔ جس سے دل و دماغ میں ایک لطیف سا احساس ابھرنے لگتا ہے۔ دماغ میں ایک پیکر عفت کا عکس جمیل گھومنے اور دل اس پر نثار ہونے لگتا ہے۔ ساتھ ساتھ کتاب کی فصاحت و بلاغت اپنے اوجِ کمال پر ہے۔ یہی وجہ ہے مصر کے اہل علم نے اسے خوب سراہا ہے اور ادبی حلقوں نے اسے بڑی پذیرائی بخشی ہے۔ محترمہ نے نسوانیت اور مامتا جیسے عنوان باندھ کر عورت ہونے کے ناطے سیدہ آمنہ کی سیرت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس مثالی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کاوش کی جس قدر تعریف وستائش کی جائے کم ہے۔ تاہم بایں ہمہ کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جو توجہ طلب ہیں اور جہاں محترمہ نے جمہور کی رائے سے ہٹ کر موقف اپنایا ہے مثلاً زم زم کے چشمہ کے بارے میں لکھتی ہیں:

"اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس کی طرف سے اس الم سے نجات کا پروانہ کرم آ گیا۔ ایک پرندہ وادی کے گرد چکر کاٹتا ہے پھر ایک جگہ بیٹھ کر اپنی چونچ کے ساتھ زمین کو کھودنے لگتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آب زم زم کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے۔"

اصحاب فیل کے انجام کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"پھر اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیج کر ان پر عذاب مسلط کر دیا۔ جنہوں نے انہیں بھوسہ بنا کر رکھ دیا۔ ان میں ایک مہلک وبا پھیل گئی جس کے جراثیم کو ابابیل نے پھیلایا تھا۔"

کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ محترمہ نے یہ روش کیوں اختیار کی ہے؟ آیا ان کا اپنا ذاتی خیال ہے؟ ان پہلوؤں میں وہ مستشرقین سے متاثر ہیں یا جمہور کی رائے ان کے اپنے فرضی معیار پر نہیں اترتی۔ بہر حال باقی کا کام بڑا خوبصورت اور وقیع ہے۔ اس لحاظ سے وہ داد و تحسین کی مستحق ہیں۔ ایسے تمام مقامات کی نشاندہی کر کے ان پر ہم نے حاشیہ میں جمہور کی رائے لکھ دی ہے تاکہ کوئی قاری کسی شبہ کا شکار نہ ہو۔

ایک زبان کو اس کے تمام ادبی پہلوؤں اور بلاغی گوشوں کے ساتھ دوسری زبان میں ڈھالنا آسان کام نہیں۔ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ ترجمہ کرتے وقت زبان کی فصاحت، بلاغت، سلاست، ندرت، روانی اور دلکشی کو برقرار رکھنا خاص مشکل ہوتا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت ہم نے ان تمام پہلوؤں اور گوشوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ کتاب کے ادبی معیار کو حتی المقدور برقرار رکھنے کی سعی کی ہے۔

محترمہ نے جو اسلوبِ تحریر اور طرزِ بیان اختیار کیا ہے، ترجمہ میں اسی کو اپنایا گیا ہے۔ انہوں نے اپنے خیالات کو جو پیراہن پہنایا اور افکار کو جو لبادہ اوڑھایا ہے، اس کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ جذبات عقیدت کو جس رنگ، ڈھنگ میں پیش کیا ہے، اس کو باقی رکھا گیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کوشش کی ہے کہ عربی زبان کی فصاحت و بلاغت گم ہونے پائے نہ اس کی روانی و سلاست ختم ہونے پائے اور اس کی لذت اور چاشنی باقی رہے تا کہ قاری پوری طرح لطف اندوز اور محظوظ ہو اور اپنی تشنگی علم اور ذوق مطالعہ کی تسکین کا سامان کر سکے۔ اس مقصد میں کسی حد تک کامیابی ہو، اس کا فیصلہ تو آپ قارئین تک کتاب کی رسائی کے بعد ہی ہو گا۔

دعا ہے اللہ رب العزت والدہ ماجدہ رسول سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں حقیر سا نذرانہ عقیدت قبول فرمائے۔ اس حقیری کاوش کو پذیرائی بخشے اور ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے، آمین

غلام مصطفیٰ القادری

مدرس

دارالعلوم محمد یہ غوثیہ، لاہور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہِ ربِّ العالمین والعَاقبۃُ للمتَّقین والصَّلوۃ والسَّلَامُ علیٰ سیِّدِ الأنبیاءِ والمُرسَلِینَ۔ امَّابعدُ......

مناجات

اے سیدہ آمنہ!

جب میں نے آپ کے لاڈلے لختِ جگر پر نازل ہونے والی آسمانی وحی اور اس کا آپ کے بیٹے کی بشریت کے بارے میں کلام:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (حٰمٓ السجدہ:6)

”آپ فرمائیے میں (بظاہر) تمہاری مانند انسان ہی ہوں۔“

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (الاسراء:۹۳)

”آپ فرمادیں میرا رب پاک ہے میں کون ہوں مگر آدمی (اللہ کا) بھیجا ہوا“۔

تلاوت کیا تو مجھے یاد پڑا کہ ہمارے نبی مصطفیٰ کریم ﷺ تو وہی انسان ہیں جنہیں آپ نے اپنے شکمِ اقدس میں اٹھایا اور پھر انہیں اسی طرح جنم دیا جس طرح بشر انسانی کی ہر عورت دیتی ہے۔ اور جب میں نے آپ کے نورِ نظر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا (یوسف:۱۰۹)

”ہم نے رسول بنا کر نہیں بھیجے مگر آدمی“۔

میں غور و خوض کیا تو پتہ چلا کہ ان رہبر رسولوں کی مائیں ہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ عورت ہی ہے جس نے ہر دور میں بڑے بڑے رجال کار کو جنم دیا۔ جس نے عیسیٰ بن مریم جیسی ہستی کو جنم دیا اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں جسے اس نے اپنی ایک عفت مآب اور برگزیدہ بندی کو القاء کیا اور جس نے خاتم النبیین (ﷺ) کو جنم دیا۔ یہ آپ کے ہی اکلوتے لختِ جگر کی صدائے دلنواز صدیوں سے گونج رہی ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"میں ایک قریشی عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔"

آپ کے اس فرمان نے بڑے بڑے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے غرور و تکبر کو مٹی میں ملا دیا اور آپ کی ماںتا کو اس بلندی پر پہنچا دیا جس کی کوئی ثروت و امارت اور جاہ و مرتبہ مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ اُسے سنجیدہ و حمیدہ خصال کی مالک، متواضع اور رحمت، شفقت اور طہارت کی پیکر ماں! انہوں نے آپ کو اپنے انس کا مصدر، انسانیت کی روح، محبت کی نشانی اور اپنی سربلندی و عظمت کا مرکز قرار دیا ہے۔

اے سیدہ آمنہ!

یہ ماںتا کی عظمت اور بزرگی ہی ہے جس نے ازل سے لیکر ابد تک اپنی جان نثار کرنے والی اور تاریخ بنانے والی ماؤں کو یادگار بنا دیا ہے اور آپ کے اکلوتے اور لاڈلے نورِ نظر نے اس وقت آپ کے سرِ اقدس پر اس ازلی بزرگی کا آسمانی تاج سجایا جب انہوں نے فرمایا:

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ۔

جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

یہ ارشاد ہمیشہ کے لئے نسوانیت کا فخر ہے۔ جس نے اس کائنات میں وجود کے راز کی حفاظت کی، دنیا میں حیات انسانی کو محفوظ کیا اور تکلیف پر تکلیف برداشت کر کے نسل انسانی کو بڑھایا۔ اس وقت آپ کے لختِ جگر کا دل کس قسم کے احساس سے لبریز ہوگا؟ جب کسی نے آپ (ﷺ) سے پوچھا: تمام لوگوں میں میں سب سے زیادہ کس کی عزت و تکریم کروں۔ اس کا کون حقدار ہے؟ آپ (ﷺ) نے جواباً تین مرتبہ فرمایا: تمہاری ماں اور چوتھی مرتبہ فرمایا تمہارا باپ۔

جب آپ (ﷺ) کا ایک صحابی اللہ کی راہ میں جہاد کی اجازت طلب کرنے آیا۔ جب معلوم ہوا کہ اس کی والدہ زندہ ہے تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: خدا تیرا بھلا کرے اس کے پاؤں کو لازم پکڑو وہی تیری جنت ہے۔

سیدہ آمنہ!

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آج میں آپ کی ماما کی عظمت اور نسوانیت کی عزت کے متعلق گفتگو کرنے لگی ہوں، آج میں ماؤں کی اس سردار کے متعلق لکھنے لگی ہوں جس نے انسانیت کو اپنا وہ دریکتا عطا کیا روئے زمین جس کی شان وشوکت کے علم لاکھوں نفوس نے ہر دور میں اٹھائے اور اٹھاتے رہیں گے۔

ایسا یتیم، جس پر اس کے آباء واجداد کو بڑا فخر ہے۔

جہانِ فقر کا بادشاہ، جس کے نام پر مساکین زندہ ہیں اور خیراتیں تقسیم ہوتی ہیں۔ اے سیدہ! کیا آپ کو یہ عظمت حاصل ہوتی اگر آپ صاحب تاج ملکہ ہوتیں، بہادر، شاہسوار ہوتیں یا زیرک عالمہ یا عظیم لیڈر ہوتیں اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کو جنم نہ دیتیں۔ اس سے بڑھ کر آپ کا کونسا عمل آپ کی عظمت و بزرگی کا باعث بنتا کہ آپ کو حضرت محمد (ﷺ) کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

میں آپ کی سیرت طیبہ کے سامنے سر جھکائے کھڑی ہوں، آپ کی ماما کی نور افشاں کرنوں نے آپ کی سیرت کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے۔ ممکن تھا کہ آپ کی عظمت مجھے آپ کی سیرت کی طرف دیکھنے اور اس کے متعلق گفتگو کرنے سے روک دیتی۔ اگر مجھے یہ یاد کر کے حوصلہ نہ پڑتا کہ آپ حضرت محمد (ﷺ) کی والدہ ماجدہ ہیں جس نے بشر اور رسول ہونے کی وجہ سے بشریت کو عزت بخشی۔ اس لئے انہوں نے ہمیں آپ کی عظمت کی نشانی اور آپ کے لازوال ہونے کے راز کے بارے میں متوجہ کیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب اول

سیدۃ الأمہات

سیرت سیدہ آمنہ اور اس کے مراجع

نسوانیت اور مامتا

انبیاء علیہم السلام کی مائیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سیرت سیدہ آمنہ اور اس کے مراجع

میں نے جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے اس حقیقت سے کامل آگاہی تھی کہ آپ کی سیرت کے متعلق روایات اور مراجع بہت کم ہیں پھر میں نے سوچا میں نے تو اس رسول عظیم کی والدہ اور نبی مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ماں کے متعلق گفتگو کرنی ہے جو اپنی حیات طیبہ کے اعتبار سے اپنی قوم کے خلاصہ (نچوڑ) اور جوہر ہیں۔ اس لئے میں نے سیدہ آمنہ کے خدوخال ان کے اس عظیم بیٹے کی حسین صورت میں تلاش کئے، جسے ان کے بطن اقدس نے پناہ دی اور خون ناب نے غذا دی۔ جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی ان سے پیوست ہوگئی۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی وہ نشانی ہیں جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ گئیں۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ میں سیدہ آمنہ کو اس نشانی کی روشنی میں دیکھوں اور ان کی حیات مقدسہ کو سمجھنے کے لئے ان کے عظیم بیٹے کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کروں۔

سیدہ آمنہ بنت وہب کی سیرت کے لئے ان کے لخت جگر کی شخصیت ایک اہم مصدر ہے۔ جس سے ہم ان کی زندگی کو سمجھنے کے لئے مدد لے سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ایک واضح اثر چھوڑا تھا۔ انہوں نے اپنی معزز قوم کے اس خون کو آپ میں منتقل کیا تھا جو نسل در نسل ان کی صلبوں میں منتقل ہوتا چلا آرہا تھا اور آپ کو وہ خاندانی خصائص عطا فرمائے تھے جس سے منسوب ہونے پر نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فخر فرمایا کرتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے بنی کنانہ سے منتخب فرمایا اور قریش سے بنو کنانہ کو پسند فرمایا اور تمام عرب سے قریش کو چنا۔ گویا یہ خیر سے خیر کا انتخاب اور چناؤ ہے۔“

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"میں بنی سلیم کی کریم خواتین کا فرزند ہوں۔"

اس مرجع کے ساتھ ساتھ سیدہ آمنہ کے آباء واجداد کے متعلق وہ روایات بھی موجود تھیں جنہیں تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کیا ہوا ہے اور جس ماحول میں وہ پروان چڑھیں، اس ماحول کے آثار وعلامات بھی تاریخ میں محفوظ ہیں اور اس وقت کی ماملتا اور نسوانیت کی وہ صورت بھی موجود ہے جو ان کی قوم میں معروف تھی۔ اسباب کے باہمی ربط اور نسب ووراثت کے تناسب پر علمی اعتماد بھی ہے۔ یہ تمام امور سیدہ آمنہ کی شخصیت کو اس طرح آشکارا کر دیتے ہیں۔ جس طرح آپ کو اپنے زمانہ کی دنیا جانتی تھی۔ جس طرح ان کے ماحول، فضا اور حال نے انہیں ڈھالا تھا۔ اس لئے کہ سیدہ آمنہ اس ماحول کی عطاء تھیں۔ ان کی رگوں میں بھی خاندانی خون گردش کرتا تھا۔ ان کی زندگی میں ان عوامل کا گہرا دخل ہے جنہوں نے ان کے اردگرد کے ماحول میں گہری چھاپ چھوڑی۔ اس لئے ایک محقق ان کی حقیقی جڑوں کو تلاش کر سکتا ہے جو اُن کے وطن اور خاندان کی گہرائیوں میں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ ان کے خدوخال اور عادات کو اس فضا میں بھی دیکھ سکتا ہے جس میں وہ سانس لیتی رہیں اور اس ماحول میں بھی تلاش کر سکتا ہے جس میں انہوں نے اپنی زندگی گزاری اور یہ محقق ان کثیر واقعات کی بہترین وضاحت کر سکتا ہے جنہیں بعض لوگ خلاف عقل قرار دیتے ہیں۔ وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ وہ اس رسول کریم (ﷺ) کی والدہ ماجدہ ہیں کہ جنہیں جس رسالت کے ساتھ مبعوث کیا گیا اس کے اصولوں میں سے ایک اصول، رسولوں کی بشریت کو تسلیم کرنا بھی ہے۔ آپ (ﷺ) اس چیز کو پسند نہیں کرتے کہ آپ (ﷺ) کی والدہ اس بشریت سے بالاتر ہوں اور نہ کوئی آپ (ﷺ) کو یہ چیز پسند ہے کہ آپ کی والدہ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کی جائے جو اللہ تعالیٰ کی اس سنت اور طریقہ کے خلاف ہو جس پر اس نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا، اور نہ ہی ان کی شخصیت کو اتنا رنگین بنا دیا جائے جس سے ایسا معلوم ہو کہ ان کا بیٹا عام خاندانی ماحول میں پل کر جوان نہیں ہوا، کسی مافوق الفطرت خاندان میں پروان چڑھا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب میں نے سیدہ آمنہ کے آباء و اجداد اور ان کے اردگرد کے آثار و احوال میں غور و فکر کرنا شروع کیا تو مجھے بہت سی ایسی روایات بھی ملیں جن کا تعلق پہلی قسم سے نہ تھا۔ یہ ایسی روایات ہیں جن کی طرف اکثر محققین توجہ نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک یہ روایات موضوع ہیں اور تصوراتی دنیا سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن انہوں نے اس چیز میں غور و فکر نہیں کیا کہ یہ اس دور کی معاشرتی زندگی پر بھی دلالت کرتی ہیں جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ یہ محقق کو ایسی روشنی مہیا کرتی ہیں جس سے وہ مادی تاریخ کے پیچھے نفسیات دیکھ سکتے ہیں اور یہ اس خلاء کو بھی پر کرتی ہیں جو اس معاشرہ کو سمجھنے کے لئے دوسری روایات چھوڑ جاتی ہیں۔ یہ روایات ہمارے لئے وہ لوگ چھوڑ گئے جنہیں سیدہ آمنہ کی ذات میں کمال مطلق کی صورت نظر آئی۔ انہوں نے سیدہ آمنہ کے متعلق جو گفتگو کی ہے وہ ان کے دلوں کی پاکیزگی اور ان کے وجدان کے تیقن کی مظہر ہے۔ اس میں نہ انہوں نے کذب بیانی اور دروغ گوئی کی ہے اور نہ دھوکہ بازی اور خیانت کی ہے۔

دوسرے اہل علم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اصول تحقیق اس قسم کی اجازت نہیں دیتے۔ یہ لوگ دنیائے وجدان اور عالم قلوب سے دور ہوتے ہیں۔ محبت و ایمان کے افق تک ان کی رسائی تک نہیں ہوتی۔ ٹھیک ہے وہ اپنی ڈگر پر رہیں ہم اپنی راہ پر چلتے ہیں بہرحال جو یہاں بیان کیا جاتا ہے وہ عقل اور حقیقت کے پیمانے پر مبنی ہوتا ہے اور جو وہاں بیان کیا جاتا ہے وہ ایمان اور پاکیزہ جذبات کی زبان سے نکلتا ہے۔ اسی طرح جب علم اور فن آپس میں ملتے ہیں تو وہ کسی حقیقت سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ ہی صحیح بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان دونوں کو جھوٹ سے متہم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ سیدہ آمنہ کے متعلق گفتگو کرنے والا محقق، ان کے اصول و فروع پر اثر پذیر ہونے والے اسباب میں غور و فکر کر کے ان کے اردگرد کے ماحول کا جائزہ لے کر جو بات کہتا ہے وہ بھی حق اور سچ ہے اس پر کوئی اتہام نہیں لگایا جا سکتا۔ اسی طرح کوئی محب صادق، مومن کامل سیدہ آمنہ کے بارے میں اپنے وجدان سے کوئی بات کہتا ہے اور اس کے ذریعہ ان کی عظمت کو بیان کرتا ہے جسے وہ محسوس کرتا ہے اور اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے دل میں ان کی حقیقت اور جوہر کا جو نقشہ آتا ہے اسے بیان کرتا ہے تو وہ بھی سچا ہے۔ اس نے تاریخی حقائق کو نہیں بگاڑا کیونکہ وہ ایک مؤرخ نہیں ہے بلکہ وہ تو اپنے دل کی دنیا کی بات کرتا ہے اور اپنے عالم وجدان کی تعبیر کرتا ہے کیونکہ وہ تو اس عظمت کو بیان کرتا ہے جس کے سامنے اس کی نگاہیں حیران ہیں۔ وہ اس بہادری اور شجاعت کو بیان کرتا ہے جس پر وہ فریفتہ ہے۔ اس کی بصیرت جس جمال کو دیکھ کر متاثر ہوتی ہے وہ اسی کی رعنائیوں کے بارے میں اپنے احساسات بیان کرتا ہے۔ یہ اس کی اپنی دنیا ہے جس میں وہ لوگ شریک نہیں ہو سکتے جو اس کے راہرو نہ ہوں اور نہ ہی انہیں عالم وجدان کے آفاق تک عروج کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ کہ یہ آفاق بڑے وسیع و عریض اور دور دور تک پھیلے ہوئے ہوں۔

میرے خیال کے مطابق میں نے اپنی اس گفتگو سے اپنے موقف کی تمہید باندھ لی ہے میں نے سیدہ آمنہ کے متعلق موجود معلومات میں پوری توجہ دی ہے۔ میں نے صرف تاریخی طور پر ثابت شدہ روایات پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان سے زیادہ ان روایات پر زیادہ توجہ دی ہے جنہیں کوئی محقق علم کی آنکھ سے پڑھے تو خاموش ہو جائے اور اگر کوئی مؤرخ تحقیق کے کان سے سنے تو وہ اکتا ہو جائے کیونکہ جس حال میں وہ بس رہا ہے اس نے اسے دوسرے عالم بھلا دیئے ہیں۔ راویوں نے اُم رسول کی شخصیت کا وہ نقشہ کھینچا ہے جیسا ان سے محبت کرنے والے دلوں کی منشاء ہے۔ جیسے حسین روحانی خوابوں نے ان کے سامنے سیدہ آمنہ کی صورت کی تصویر کشی کی ہو۔ اس طرح انہوں نے ہمارے سامنے سیدہ آمنہ کی وہ تصویر پیش کی ہے جو ان کے دلوں میں تھی اور انہوں نے اس طرح ان کی زندگی کی ایک حقیقی اور وجدانی تصویر عطا فرمائی ہے جس طرح انہوں نے سمجھا تھا۔

میرے خیال میں وہ مؤرخ جس نے اپنی زندگی تاریخ کے لئے وقف کر رکھی ہے وہ بھی سیدہ آمنہ کی زندگی کو ان چیزوں سے علیحدہ نہیں کر سکتا اور نہ وہ اور لوگ کامل طور پر سیدہ آمنہ کی شخصیت کو سمجھ سکتے ہیں جب تک وہ یہ جان نہ لیں کہ ان کے زمانے کی نگاہ میں ان کی کیا قدر اور مقام تھا اور ان کی نسل سے تعلق رکھنے والوں کے ذہن میں ان کی کیا تصویر تھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور پھر کیسے یہ تصویر صدیوں سے نسل در نسل منتقل ہوتی رہی۔ سیدہ آمنہ کی ازدواجی زندگی، ان کے حمل، وضع حمل کے متعلق روایات جنہیں بعض محدثین پہلے لوگوں کے قصے شمار کرتے ہیں۔ ایک مؤرخ کے لئے سیدہ آمنہ کی زندگی کی وہ تصویر پیش کرتی ہیں جو ان کے زمانہ کے لوگوں کے دلوں پر نقش اور بعد میں آنے والے لوگوں کے خیالوں میں مرتسم ہے۔ اس تصویر سے ہی مؤرخ کو معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے سیدہ آمنہ کی زندگی کے عناصر کی تفسیر کیسے بیان کی اور ان کی شخصیت کا نفسیاتی تجزیہ کیسے کیا۔ ظاہر ہے ایک مؤرخ جو حقیقی تاریخ سمجھنا چاہتا ہے وہ ان چیزوں سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

قاری کو ذہنی طور پر تیار کرنے کے بعد میرا خیال ہے کہ میرے لئے یہ آسان ہو گیا ہے کہ میں سیدہ آمنہ بنت وہب کی سیرت کی فہم و تفہیم میں اپنا اسلوب تحقیق بیان کروں۔ میں نے سب سے پہلے ان کے گھر اور اردگرد کے ماحول کا مطالعہ شروع کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کی قدیم تاریخ، عرب زندگی کے عام خدوخال اور اس دور کی عورت کی زندگی کے بارے میں جانچ پرکھ کی۔ اس طرح میں نے سیدہ آمنہ کی زندگی کے حوالہ سے تاریخی حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سیرت میں جس دوسری چیز کی طرف میں نے توجہ دی ہے اسے اکثر محققین اور خصوصاً مستشرقین اساطیر اور قصص کا نام دیتے ہیں۔ بہر حال مجھے ان اساطیر اور قصص میں تاریخی واقعات کی وہ صورت نظر آئی ہے جو ان لوگوں کے دلوں میں نقش تھی جو اس ماحول سے تعلق رکھتے تھے جس میں سیدہ آمنہ نے زندگی گزاری ہے یا ان سے کوئی رشتہ تھا۔ تاریخی واقعات کی یہ عقلی توضیح سیدہ آمنہ کی شخصیت سمجھنے کے لئے بڑی معاون ہے۔ اس سے ان کی زندگی کے خدوخال واضح ہوئے اور ان کے آثار و احوال کو سمجھنا آسان ہو گیا۔ اسی طرح مؤرخین نے سیدہ آمنہ کے جن خوابوں کو روایت کیا ہے، ان کی خواہشات اور آرزوؤں کی تصویر کشی کی ہے اور ان کی مامتا اور زندگی کو بیان کیا ہے وہ بھی اس سلسلہ میں مدد معاون ہیں۔ صحیح تاریخ کے یہی بنیادی عناصر ہیں اگرچہ میں نے کہیں کہیں تصوراتی رنگ اور قصہ گوئی کے انداز کو بھی اختیار کیا ہے۔ میرے خیال میں میرا یہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسلوب حقیقت سے کسی طور پر بھی بعید نہیں۔

بلکہ یہ اسلوب علم کی نظر میں اس اشراقی طریقہ تحقیق کے ساتھ وابستہ ہے جس سے تاریخی تشریح مستغنی نہیں ہوسکتی۔ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہم حیات انسانی کو اس کے وجدان سے عاری کردیں اور اسے ایک جامد مادہ قرار دیں جو بصیرت سے اندھا، دل کا بہرا اور جذبات اور ضمیر سے خالی ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نسوانیت اور مامتا

أنا ابن العواتك من سُلَيم

میں بنی سلیم کی کریم عورتوں کا بیٹا ہوں

قبل اس کے کہ میں ان عظیم تاریخ ساز ہستیوں کا تذکرہ کروں۔ سیدہ آمنہ کے دور میں جزیرۂ عرب میں ماں کے مقام کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ہماری تاریخ میں مشہور یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عورت مرد کی عیش وعشرت کا سامان تھی اور ظلم واستبداد کا شکار تھی۔ اسلام نے آکر انہیں نجات دی مگر اس کے ساتھ ساتھ تاریخ میں بہت سی ایسی روایات بھی ملتی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں عرب عورتوں کے مقام ومرتبہ اور ناقابل فراموش کارناموں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ روایات وہ شہرت حاصل نہ کر پائیں جتنی شہرت ان روایات نے حاصل کی جن میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے، باپ کے مرنے کے بعد ماں کو دوسرے مال ومتاع کی طرح ورثہ بنانے اور بہت سی ایسی رسوم اور عادات جن سے عورت کی ذلت اور رسوائی ہوتی ہے، کا بیان ہے۔

میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں عرب عورتوں کے ساتھ پورا انصاف کروں گی۔ حقیقت یہ ہے ہمارے قدیم مؤرخین نے ان روایات کا ذکر کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا جن میں دور جاہلیت کی عورت کے محاسن کا تذکرہ ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ میں ان روایات میں سے چند کو منتخب کر کے آپ کے سامنے پیش کروں تاکہ زمانہ جاہلیت کی عورتوں کے بارے میں ہمارا جو غلط تصور ہے وہ صحیح، درست اور صائب ہو جائے۔ جن روایات میں عورت کی مظلومیت اور اس پر جبر واستبداد کا ذکر ہے ان کے ساتھ ساتھ ان روایات کو بھی لاؤں جن میں ان کی عظمت، مقام اور عزت وحرمت کا بیان ہے۔ جس کی حفاظت کے لئے عربوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے خون کی ندیاں بہادیں اور سینکڑوں جانوں کے نذرانے پیش کیے۔

میرا مقصد ان روایات کو بیان کرنا ہے جن کا تعلق کسی نہ کسی لحاظ سے عورت کی مامتا سے ہے تاکہ اس کے ذریعہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت پر روشنی پڑے جو آپ کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے عطا ہوئی اور آپ کا اپنے اس عظیم فرزند کی تربیت کرنے کا انداز بھی معلوم ہو جس کی وجہ سے وہ (حضور ﷺ) اپنی ماؤں پر فخر کرتے ہوئے بآنگ دہل فرمایا کرتے تھے۔(أنا ابن العواتك من سليم)

ہمارے خیال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ دور جاہلیت کے عرب اعلیٰ نسب، اور ارحام واصول کی پاکیزگی کے بڑے حریص تھے۔ زمانہ جاہلیت کا مشہور دانشور اکثم بن صیفی کا قول ہے:

"عورتوں کا ظاہری حسن و جمال تمہارے نسب کو مکدر نہ کردے۔"

کریم عورتوں سے نکاح ہی عزت و شرف کا زینہ ہے۔

بقول شاعر" پانی کی خرابی کی وجہ اس کی مٹی کا خراب ہونا ہے اور کسی قوم کی خرابی وجہ اس کی عورتوں کا بدفطرت ہونا ہے۔"(1)

ابوالعمرو بن علاء رحمۃ اللہ علیہ، جن کا شمار سبعہ قراء اور ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ نقل کرتے ہیں۔ کسی عربی نے کہا میں کسی عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کروں گا جب تک میں اس سے اپنے بچے کو نہ دیکھوں۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اس نے جواب دیا۔ میں اس کی ماں اور باپ کو دیکھوں گا کیونکہ اولاد ان میں سے کسی ایک کے مشابہ ہوتی ہے۔ ایک عربی نے اپنے بیٹوں سے کہا میں نے تم پر تمہارے بچپن اور لڑکپن میں احسان کیا بلکہ اس وقت بھی احسان کیا جب ابھی تم پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا آپ نے ہم پر ہماری پیدائش سے پہلے کیسے احسان کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے لئے اس عورت کا انتخاب کیا جس کی وجہ سے تم پر کوئی انگشت نمائی نہیں کرسکتا۔

1۔ابن قتیبہ، عیون الاخبار: 4/3

85064

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مشہور شاعر ریاشی نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی احسان یاد دلاتے ہوئے کہا "میرا تم پر سب سے پہلا احسان یہ ہے کہ میں نے ایک پاک دامن اور عظیم حسب ونسب والی عورت کا انتخاب کیا۔"

چونکہ وہ لوگ پاکیزہ نسب پر بڑے حریص تھے اس لئے ان کی عورتیں قید ہونے کو ناپسند کرتی تھیں بیان کیا جاتا ہے کہ جب فاطمہ بنت خرشب کو قید کیا گیا تو اس نے ہودج سے چھلانگ لگا کر اپنی عصمت بچائی اور اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ مرتے دم یہ ضرب المثل اس کی زبان پر جاری تھی:

"المنية ولا الدنية" (ذلت سے موت بہتر ہے)

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کوئی شخص قیدی عورت سے شادی کر لیتا۔ اس کو دل سے چاہتا اور اسے اپنی قوم میں بہترین مقام اور عزت سے نوازتا۔ اس حسن سلوک کے باوجود اس کے قیدی ہونے کا داغ دور نہ ہوتا۔ اس سلسلہ میں ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی عربی نے ایک عورت کو قید کیا اور پھر اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ شادی کے بعد اس عورت کے ہاں سات بچے پیدا ہوئے۔ ایک دن وہ اپنے خاوند کو کہنے لگی کہ مجھے میرے اہل قبیلہ کے پاس لے چلو تا کہ مجھ سے یہ اسیری کی ذلت ختم ہو جائے۔ وہ اسے اس کے قبیلہ میں لے گیا۔ بعد میں عورت نے اپنے خاوند کے ساتھ شدید محبت کے باوجود اپنے قبیلہ کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ یہی سلوک سلمٰی غفاریہ نے اپنے خاوند عروہ بن ورد عبسی کے ساتھ کیا۔ جس کا شمار جاہلی دور کے بہادر شعراء میں ہوتا تھا۔ عروہ بن ورد نے کسی جنگ میں سلمٰی کو قید کیا۔ سلمٰی حسن و جمال کی پیکر تھی اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ سلمٰی دس سال سے زائد عرصہ تک اس کے پاس رہی۔ اس دوران اس کے ہاں کئی بچے پیدا ہوئے۔ اس کے دل میں اپنے شوہر کا بڑا مقام تھا۔ عروہ بھی اس سے بڑی محبت کرتا تھا اور اس کی عزت و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا لیکن یہ سب کچھ اس کے دامن پر لگے اسیری کے داغ کو نہ دھو سکا۔ ایک دن اپنے خاوند کو کہنے لگی تیری اولاد کو لوگ میری وجہ سے عار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دلاتے ہیں اور انہیں ایک قیدان کی اولاد کہتے ہیں۔ وہ کہنے لگا، تمہاری اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ اس بارے میں میری رائے یہ ہے کہ تم مجھے میری قوم میں واپس لوٹا دو تا کہ وہ خود مجھے تمہارے سپرد کریں۔ اس نے اس کی یہ تجویز مان لی۔ اسے یقین تھا کہ اس کی بیوی اس کے ساتھ مطمئن اور خوش ہے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش رکھتی ہے۔ اس نے اسے اپنے ساتھ لیا۔ پہلے حج کیا کیونکہ اب وہ مسلمان ہو چکا تھا البتہ اسے شرفِ صحابیت نصیب نہیں ہوا پھر سلمیٰ کو اس کے قبیلہ میں لے گیا۔ انہوں نے اسے بہلا پھسلا کر شراب پلا دی۔ حتیٰ کہ نشہ کی حالت میں اس نے سلمیٰ کو اپنے قبیلہ میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دے دیا۔ سلمیٰ نے اپنے قبیلہ میں رہنے کو پسند کیا اور کہنے لگی، اے عروہ! اگرچہ میں تجھ سے جدا ہو رہی ہوں لیکن میں تیرے بارے میں حق بات کہوں گی۔ ''قسم بخدا! مجھے معلوم نہیں کہ عرب میں کسی عورت کا تجھ سے بہتر شرم وحیا کا پیکر، سخی اور غیور شوہر ہو لیکن میں جتنا عرصہ بھی تیرے پاس رہی اس میں مجھے موت زندگی سے عزیز رہی کیونکہ میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ تیری قوم کی کوئی عورت یہ کہے کہ عروہ کی کنیز اس طرح کی ہے۔ قسم بخدا! میں آج کے بعد تیرے قبیلے کی کسی عورت کا منہ دیکھنا نہیں چاہتی۔ اب تم خیریت سے اپنے بچوں کے پاس جاؤ اور ان کی اچھی طرح نگہداشت کرو۔'' وہ اسے وہاں چھوڑ کر پریشان حال واپس لوٹا اور اپنا مشہور قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے:

''تم نے مجھے شراب پلائی اور پھر اے اللہ کے دشمنو! تم نے مجھے جھوٹ کے جال میں پھنسا لیا۔ میرے علم کے مطابق قدیم اقوام میں کوئی ایسی قوم نہیں گزری جس نے عربوں سے بڑھ کر ماتا کو عزت اور عظمت دی ہو۔''(1)

مبرد نے اپنی کتاب ''کامل'' میں سلیک بن سلکہ کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں۔ ان اشعار میں اس نے لونڈیوں کی خستہ حالی اور بے بسی پر اپنے اضطراب اور ملال کا اظہار کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا اظہار بھی کرتا ہے کہ وہ تنگدست ہے ورنہ وہ فدیہ

1۔ ابوعمر الاصبہانی، الاغانی: 3/38

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دے کر ان تمام لونڈیوں کو آزاد کرا لیتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی اپنی ماں بھی ایک حبشی لونڈی تھی۔ وہ کہتا ہے:

"مجھے اس بات نے بوڑھا کر دیا ہے کہ میں ہر روز اپنی خالہ کو دو کجاوؤں کے درمیان دیکھتا ہوں۔ ان پر ظلم و ستم مجھ پر گراں گزرتا ہے اور میرا مال ان کو چھڑانے سے عاجز ہے۔"(1)

تاریخ میں کئی ایسی معزز اور مکرم ماؤں کا تذکرہ ملتا ہے جن کے غیور بیٹوں نے جان کی بازی لگا کر اپنی ماؤں کی عزت و ناموس اور ممتا کی حفاظت کی۔ ہم ان میں سے صرف ایک ہی واقعہ نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ صاحب الأغانی ابوعمرو الاصبہانی نقل کرتے ہیں:

"ایک دن حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند نے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا کیا تم اہل عرب میں کوئی ایسا شخص جانتے ہو کہ جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنے کو ناپسند کرتی ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ یہ عمرو بن کلثوم کی ماں ہے۔ اس نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے بتایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باپ مہلہل بن ربیعہ، اس کا چچا کلیب وائل ہے جو تمام اہل عرب میں معزز ہے، اس کا خاوند کلثوم بن مالک ہے جو عرب شہسواروں کا سردار ہے۔ اس کا بیٹا عمرو بن کلثوم ہے جو اپنی قوم کا سردار اور اپنی فوج کا سالار اعلیٰ ہے۔ یہ بات سن کر عمرو بن ہند نے عمرو بن کلثوم کو پیغام بھیجا کہ وہ اس کی ملاقات کے لئے آئے اور یہ بھی مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ماں کو بھی ساتھ لے کر آئے تاکہ وہ اس کی ماں سے بھی ملاقات کرے۔ عمرو بن کلثوم بنی تغلب کے شہسواروں کی ایک جماعت لے کر جزیرہ سے چلا اس کی ماں لیلیٰ بھی اس کے ساتھ تھی۔ عمرو بن ہند نے حیرہ اور دریائے فرات کے درمیان خیمے لگانے کا حکم دیا، اس کے حکم کے مطابق خیمے لگائے گئے پھر اس نے اپنی سلطنت کے معززین کو پیغام بھیجا وہ بھی حاضر ہو گئے۔ عمرو بن کلثوم بادشاہ کے خیمہ میں داخل ہوا اور اس کی ماں لیلیٰ کو ساتھ ہی متصل دوسرے خیمہ میں ٹھہرایا گیا۔ یہاں عمرو بن ہند کی ماں ٹھہری

1۔ حلیۃ الاولیاء، 1: 25

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہوئی تھی۔ عمرو بن ہند نے اپنی ماں کو پہلے کہہ دیا تھا کہ جب وہ اس کو آواز دے تو غلام کو اپنے خیمہ سے نکال دے اور لیلیٰ کو کام کرنے کا کہے اس نے ایسا ہی کیا۔ جب لیلیٰ اطمینان سے بیٹھ گئی تو اسے کہا اے لیلیٰ یہ سینی مجھے پکڑا نا۔ لیلیٰ نے بڑی نفرت اور نخوت سے کہا کہ جسے ضرورت ہو وہ خود پکڑ لے۔ ہند نے دوبارہ اصرار کے ساتھ کہا۔ لیلیٰ بلند آواز سے چلائی، ہائے میری یہ ذلت ورسوائی، کہاں گئے بنو تغلب۔ اس کے بیٹے نے جب یہ آواز سنی تو اس کی رگوں میں خون کھولنے لگا اور وہ تیزی سے یہ کہتے ہوئے اٹھا: "آج کے بعد بنو تغلب کے لئے کوئی ذلت نہیں۔" پھر اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو اسے خیمہ میں ایک تلوار لٹکی ہوئی نظر آئی۔ اس نے تلوار پکڑی اور ایک ہی وار میں عمرو بن ہند کا سر تن سے جدا کر دیا۔

روایات میں آتا ہے کہ عمرو بن کلثوم نے اسی دن فی البدیہہ اپنا مشہور قصیدہ کہا جس میں بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے عمرو! تو ہم پر جلدی نہ کر۔ ہمیں کچھ مہلت دے تو ہم تجھے یقینی خبر سے آگاہ کریں گے کہ ہم جب جھنڈوں کو لاتے ہیں تو وہ سفید ہوتے ہیں اور جب واپس لے جاتے ہیں تو خون سے سیراب ہو کر سرخ ہوتے ہیں۔

اے ابن ہند! تم کس وجہ سے چغلخوروں کی بات مان کر ہمیں حقیر سمجھتے ہو۔"

بنو تغلب نے ماں کی عزت وحرمت کی قیمت بادشاہ کا سر ہی نہیں لیا بلکہ عمرو بن کلثوم کے بھائی مرہ نے نعمان کے بیٹے اور بھائی کو قتل کر دیا۔ اس طرح اس نے ماں کی اہانت کی وجہ سے اپنے سینے میں بھڑکنے والی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ بنو تغلب عمرو کے اس قصیدہ کو بڑی قدر سے پڑھتے تھے اور اسے نسل در نسل روایت کرتے رہے تھے اور اس طرح عمرو بن ہند کا قتل بھی ان کے نزدیک ایک ایسا قابل فخر کارنامہ تھا جس پر وہ ہمیشہ ناز کرتے تھے۔ فرزدق کہتا ہے،

"میری قوم وہ ہے جس نے ابن ہند کو بزور قتل کیا۔"

اسی طرح صریم تغلبی نے بھی اپنے قصیدہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

اخطل تغلبی نے جریر کو مخاطب کرتے ہوئے، اس کے سامنے کلثوم کے بیٹوں عمرو اور مرہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا بڑے فخریہ انداز میں تذکرہ کیا۔

"اے بنی کلیب! میرے چچا وہ ہیں جنہوں نے بادشاہوں کو قتل کیا اور قیدیوں کی بیڑیوں کو کھولا۔"

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مامتا کے بارے میں لوگوں کی غیرت کہاں تک پہنچی ہوئی تھی۔ یہ ممکن ہے کہ اس واقعہ میں داستان گو حضرات نے کچھ اضافات کیے ہوں لیکن اس کے باوجود اس سے ہمیں عرب کے معاشرتی نظام میں مامتا کی عزت واحترام کی روشنی ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مؤرخین نے عربی ماں کی بلند ہمتی کی گواہی دی ہے کہ اولاد کی عظمت میں ماں کے کردار سے انکار ممکن نہیں ہے اور انہوں نے ان کے ان اشعار کو بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے اپنے لڑکوں کو لوریاں دیتے وقت کہے جو بعد میں جوان ہو کر تاریخ ساز مرد بن کر ابھرے۔ ان اشعار میں انہوں نے اپنے بیٹوں کی عزت وعظمت اور بزرگی کے لئے اپنی خواہشات کا اظہار کیا ہے۔

مؤرخین اس بات کے بھی معترف ہیں کہ حاتم طائی کو جود وسخاوت اپنی ماں سے وارثت میں ملی۔

صاحب الاغانی روایت کرتے ہیں کہ حاتم طائی کی ماں جود وسخا کرتے ہوئے ہر چیز لٹا دیتی تھی۔ جب اس کے بھائیوں نے دیکھا کہ وہ اپنا مال جود وسخا میں ضائع کر رہی ہے تو انہوں نے اس سے مال چھین کر اسے اپنے قبضہ میں لے لیا لیکن انہوں نے جب دیکھا کہ ان کی اس حرکت سے ان کی بہن کو تکلیف ہوئی ہے تو اس کے مال سے کچھ اونٹ اسے دے دیئے۔ انہی ایام میں قبیلہ ہوازن کی ایک عورت حسب معمول اس سے سخاوت طلب کرنے آئی۔ یہ عورت ہر سال اس کے پاس آتی تھی۔ حاتم طائی کی ماں نے وہ اونٹ اسے دے دیئے اور کہا قسم بخدا! میں خود فقر وفاقہ میں مبتلا ہوں لیکن میں کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں لوٹا سکتی اور پھر یہ اشعار پڑھے:

"واللہ! مجھے تیری عمر کی قسم، میں کافی عرصہ سے فقر وفاقہ میں مبتلا ہوں مگر میں نے یہ قسم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کھائی ہوئی ہے کہ میں زندگی بھر کسی بھوکے کو خالی ہاتھ واپس نہیں کروں گی۔ مجھے ملامت کرنے والے کو کہہ دو کہ آج کے دن مجھے معاف رکھو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر اپنی انگلیوں کو کاٹ کھاؤ۔"

اسی طرح جزیرۃ العرب میں عرب زندگی کے متعلق لکھنے والوں نے بھی عورت کے ساتھ انصاف کیا اور عرب کی نجیب الطرفین عورتوں کا خصوصاً ذکر کیا ہے۔ جن میں چند ایک یہ ہیں:

فاطمہ بنت خرشب النماریہ

یہ زیاد عبسی کی بیوی تھی، اس کے چار لڑکے تھے جو "کملۃ" کے لقب سے مشہور تھے۔ جن کے نام ربیع الکامل، قیس الحفاظ، عمارۃ الوہاب اور انس الفوارس تھے۔ ایک دن اس سے پوچھا گیا کہ تیرا کونسا بیٹا افضل ہے؟ وہ مخمصے میں پڑ گئی۔ کبھی ربیع کا نام لیتی اور کبھی قیس کا۔ پھر کہنے لگی، میرے نزدیک وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ وہ گول زنجیر کی مانند ہیں جس کی ابتداء اور انتہاء معلوم نہیں ہوتی۔

ام البنین بنت عامر بن عمرو

اس کے خاوند کا نام مالک بن جعفر بن کلاب ہے۔ اس کے پانچ مشہور بیٹے تھے:

۱۔ ملاعب الأسنہ (نیزوں کے ساتھ کھیلنے والا) براء بن مالک کا باپ، ۲۔ طفیل الخیل (عامر بن طفیل کا والد)، ۳۔ معو ذالحکماء معاویہ بن مالک، ۴۔ نزال المضیق سلمٰی بن مالک، ۵۔ ربیع المفترین ربیعہ بن مالک (والد ربیعہ) (1)۔

عاتکہ بنت مرہ بن ہلال السلمیہ

یہ عبد مناف بن قصی بن کلاب کی زوجہ تھیں۔ ان کے بیٹوں میں ہاشم (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد ماجد رسول اللہ ﷺ کے دادا)، عبد الشمس (جد اعلیٰ بنو امیہ)، مطلب بن مناف (حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ انہی اولاد میں سے ہیں) (2)۔ یہ عاتکہ رسول

1۔ ابن حزم، جمہرۃ الانساب، ص 268 2۔ جمہرۃ الانساب، 12

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ ﷺ کی عاتکہ نامی جدات میں سے ایک ہیں۔

ام الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث بن حزن ہلالیہ

یہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ان کے بیٹوں میں ایک فضل بن عباس تھے انہی وجہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالفضل مشہور ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹنی پر حضور ﷺ کے پیچھے آپ ہی سوار تھے۔دوسرے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے۔بنوعباس آپ ہی کی نسل سے تھے۔تیسرے عبیداللہ، چوتھے قثم، پانچویں معبد، چھٹے عبدالرحمٰن اور ایک بیٹی ام حبیب بنت عباس تھی۔ان کا نکاح بنومخزوم میں ہوا۔(1)

ام لبابہ کبریٰ

ان کا نام ہند بنت عوف بن زہیر تھا۔ان کی اولاد میں ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا، لبابہ صغریٰ بنت حارث جو کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ام المؤمنین زینب بنت خزیمہ جو کہ ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں، اسماء بنت عمیس خثعمیہ ان کا نکاح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ان سے ان کے تین بیٹے عبداللہ، عون اور محمد پیدا ہوئے۔حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا نکاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ان سے ان کے بیٹے محمد پیدا ہوئے پھر ان کے بعد ان کا نکاح حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا اور یحییٰ بن علی پیدا ہوئے۔(2)

ریطہ بنت سعید بن سہم الفہمر یہ السہمیہ

ان کے خاوند کا نام مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ان کے بیٹوں میں ہاشم بن مغیرہ، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نانا تھے۔ہشام بن مغیرہ، زمانہ جاہلیت میں قریش ان کی وفات کے دن سے تاریخ کا تعین کیا کرتے تھے۔ابوربیعہ ذوالرمحین مشہور شاعر عمر بن ربیعہ کے دادا، ابوامیہ بن مغیرہ جو ذات الرکب کے نام سے مشہور ہوئے۔یہ ام المؤمنین حضرت سلمٰی

1۔جمہرۃ الانساب۔15　　2۔نسب قریش:80

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رضی اللہ عنہا کے والد تھے۔ خداش، زہیر، نمیم، فاکہ جو ابوسفیان سے پہلے ہند بنت عتبہ کا شوہر تھا۔ بنو مغیرہ اور ان کی والدہ ریطہ کے بارے میں مشہور شاعر عبداللہ بن الزبعری اپنے قصیدہ میں کہتا ہے:

"غور سے سنو، اس قوم کی تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں جن کو بنی سہم کی بہن نے جنا ہے۔"

عربوں کے نزدیک ماں کی عزت وعظمت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بہت سے عربی قبائل اپنی ماؤں کی طرف منسوب ہوئے۔ یہاں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ بنو خندف، لیلیٰ بنت حلوان بن عمران القضاعیۃ: اس کی طرف اس کے خاوند الیاس بن مضر بن معد بن عدنان کی اولاد منسوب ہوتی تھی۔

۲۔ ام خندف، صریہ بنت ربیعہ بن نزار: اس کی طرف حمد صریہ منسوب ہوتے تھے۔

۳۔ بنو مزینہ، بنت کلب بن وبرہ: اس کی طرف عثمان اور عوف کی اولاد کی منسوب ہوتی تھی۔

۴۔ بنو جدیلہ، بنت مر بن اُد: بعض نے ان کو مدرکہ بنت الیاس بتایا ہے۔ یہ بنو فہم اور عدوان کی ماں ہیں۔ یہ دونوں عمرو بن قیس عیلان بن مضر کے بیٹے ہیں۔

۵۔ بنو طفاوہ، بنت جرم بن زبان: اس کی طرف باہلہ اور غنی کی اولاد منسوب ہوتی تھی۔ جو اعصر بن سعد بن قیس عیلان کے بیٹے تھے۔

۶۔ بنو باہلہ، بنت صعب بن سعد العشیرۃ المذحجیہ: اس نے اپنے خاوند مالک بن اعصر کی تمام اولاد کی پرورش کی۔ کچھ اولاد اس کے اپنے بطن سے تھی اور کچھ دوسری بیویوں کے بطن سے تمام اسی کی طرف منسوب ہوتی تھی۔

۷۔ بنو قیلہ، بنت ارقم بن عمرو بن جفنہ غسانی: یہ اوس اور خزرج کی والدہ تھیں جو حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو ازدی کے بیٹے تھے۔ انصار کے تمام قبائل اسی کی طرف منسوب ہوتے تھے۔

۸۔ بنو بجیلہ، بنت صعب بن سعد العشیرۃ: اس کی طرف اس کے خاوند عمرو بن غوث

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جو کہ ازد کا بھائی تھا کی اولاد منسوب ہوتی تھی۔ ان میں أنمار، خثعم، وداعہ، عبقر، غوث، اشہل اور طریف کے قبائل شامل تھے۔

۹۔ بنو عاملہ قضاعیہ: یہ کہ حارث بن عدی بن مرہ بن اُود کی اولاد تھے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم کے گیارہ بیٹے تھے۔ جن سے بنی تمیم کے قبائل کی مختلف شاخیں نکلتی تھیں۔ ان میں بعض اپنی ماؤں کی طرف منسوب ہوتے تھے۔

۱۔ بنو صحاریہ، یہ ضارم، ربیعہ اور کعب تھے جو مالک بن حنظلہ کے بیٹے تھے، ۲۔ بنو عدویہ، یہ زید، صدیٰ، یربوع کی والدہ تھیں جو مالک بن حنظلہ کے بیٹے تھے، ۳۔ بنو طہیۃ، بنت عبدالشمس بن سعد بن زید مناۃ، یہ طہویں کی ماں تھیں۔ یہ ابوالسود اور عون کی اولاد میں سے ہے جو مالک بن حنظلہ کے بیٹے تھے۔

۱۰۔ بنو خطی: یہ مالک بن حنظلہ کی ماں تھیں۔

۱۱۔ بنو بشہ: یہ بنو سدوس بن ضارم کی والدہ تھیں۔

۱۲۔ بنو معیہ: یہ لیلیٰ بن معیہ کی ماں تھیں۔ اس کا باپ امیہ بن ابی عبیدہ بن ہمام تھا اور یہ بھی زید بن مالک بن حنظلہ کی اولاد میں سے تھا۔

جزیرہ عرب کے بعد بادشاہ بھی اپنی ماؤں کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ جیسے عمرو بن ہند، اس کا باپ منذر بن ماء السماء جو حیرہ کا بادشاہ تھا۔ ماء السماء ملوکِ مناذرہ کی ماں تھی۔ جس کا نام ماویہ بنت عوف بن جشم تھا۔

اکثر اوقات شعراء بڑی بڑی شخصیات کی تعریف ان کی ماؤں کی نسبت سے کرتے تھے۔ حذیفہ بن غانم حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے مرثیہ میں قصی کے قریش پر فضل و احسان کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"لبنیٰ کے بیٹے نے جو احسان کیا ہے اس کو مت بھول اس نے تو ایسا احسان کیا ہے جو قابل ستائش ہے تیری ماں بنو خزاعہ کی اصل اور جوہر ہے۔"

بشر بن ابی حازم، اوس بن حارثہ بن لام الطائی کی مدح بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"میں اوس بن حارثہ بن لام کی طرف جا رہا ہوں تا کہ وہ میری ضرورت کو پورا کرے۔ بلاشبہ اس نے پہلے بھی میری ضرورت پوری کی ہے۔ ابن سعدیٰ کی مثل زمین پر چلنے والا کوئی نہیں ہے۔"

بشر بن ابی حازم نے اوس کے بارے میں جو اشعار کہے تھے اس کا ایک پس منظر تھا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ ماں کی اپنے بیٹوں کی تربیت اور تہذیب کے معترف تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں نے بشر بن ابی حازم کو اوس کی ہجو کرنے پر برانگیختہ کیا۔ اس نے بڑے سخت الفاظ میں اوس کی ہجو بیان کی۔ جس کی وجہ سے وہ پریشان ہو گیا۔ بشر بن ابی حازم چونکہ غلام تھا۔ اس لئے اوس نے اپنے کسی آدمی کو اس کے آقا کے پاس بھیجا کہ وہ بشر کو اس سے خرید لائے خواہ کتنی ہی قیمت ادا کرنی پڑے۔ جب بشر کو خرید کر اوس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو یا تو تمہاری زبان کاٹ کر تمہیں مرنے تک قید کر دیا جائے یا تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تمہیں چھوڑ دیا جائے۔ جب اوس کی والدہ سعدیٰ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اسے ناپسند کیا اور اپنے بیٹے کو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اوس نے اپنی ماں کے حکم کی تعمیل کی۔ یہ حسن سلوک دیکھ کر بشر نے اپنے قصائد ابن سعدیٰ میں اوس کی بہت تعریف کی اور یہ قسم کھائی کہ جب تک وہ زندہ ہے کہ سوائے اوس کے وہ کسی کی مدح میں قصیدہ نہیں کہے گا۔

عرب مؤرخین نے اہم حادثات و واقعات میں عورت کے کردار کو فراموش نہیں کیا۔ ابن اسحاق نے سیرت نبویہ میں حلف المطیبین میں ایک عورت کے کردار کو اجاگر کیا ہے۔ یہ حلف قصی بن کلاب کی وفات کے بعد بنو عبد مناف اور ان کے حلیفوں کے درمیان بنو عبدالدار کے خلاف ہوا تھا۔ بنو عبد مناف کی عورتوں نے خوشبو سے بھرا ہوا پیالہ پیش کیا۔ اس پیالے کو کعبہ کے قریب مسجد حرام میں رکھا گیا پھر تمام حلیفوں نے اپنے ہاتھ خوشبو میں ڈبو کر کعبہ کی دیوار پر لگا دیئے۔ یہ اس بات کا عہد تھا کہ مصیبت کے وقت وہ ایک دوسرے کی حمایت میں پیچھے نہیں رہیں گے۔ امام سہیلی نقل کرتے ہیں۔ زبیر بن بکار نے اپنی کتاب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انساب قریش میں دو مقامات پر عورت کا نام ذکر کیا ہے۔ جس نے خوشبو کا پیالہ پیش کیا تھا۔ یہ عبدالمطلب کی بیٹی ام حکیم بیضاء تھیں۔ جو رسول اللہ (ﷺ) کی پھوپھی اور آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جڑواں بہن تھیں۔

ہم میں سے اکثر لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ عرب قدیم زمانہ سے ہی اپنے نسب کو ذکر کرنے میں بہت زیادہ حریص اور دلدادہ تھے۔ نسب بیان کرنا ان کے نزدیک ایک فن کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اس فن میں بہت سی کتابیں بھی تالیف کی گئیں حتیٰ کہ ان میں کچھ لوگ انساب قریش کے حفاظ کے طور پر مشہور ہوئے۔ جیسا کہ زبیر بن مطعم بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ قریش میں سب سے زیادہ نسب کو بیان کرنے والے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ آپ عربوں کے انساب کے سب سے بڑے عالم تھے۔ لیکن جب بھی نسب کا نام لیا جاتا ہے ہمارا ذہن فوراً آباء واجداد کی طرف منتقل ہوتا ہے لیکن امہات اور جدات کی طرف ہمارا خیال نہیں جاتا مگر عرب کے نسب بیان کرنے والوں نے ان کا ذکر کرنے میں غفلت سے کام نہیں لیا۔ اگر ہم نسب کی کسی بھی کتاب کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ لوگ اجداد کے ساتھ جدات کا ذکر کرنے کے بھی کتنے حریص تھے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے حسب ونسب کے علاوہ اپنے ماموؤں پر بھی فخر کا اظہار کیا کرتے تھے۔ عربوں میں یہ وصف اسلام لانے کے بعد بھی برقرار رہا۔ جریر بن عطیہ، ہشام بن عبدالملک بن مروان کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے:

"وہ ماں جس نے قریش کو جنا ہے وہ نہ تو بونجار کے ساتھ نفرت کرنے والی ہے اور نہ ہی بانجھ تھی۔ کوئی سردار ہمارے باپ سے بڑھ کر شریف الأصل نہیں ہے اور تمیم سے زیادہ معظم کوئی ماموں نہیں ہے۔"

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہاں ماں سے مراد برہ بنت مر ہے۔ جو تمیم بن مر کی بہن اور نضر (قریش) کی ماں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قریش فہر بن مالک کا لقب ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سیرت ابن ہشام میں جہاں کہیں نسب کا ذکر ہوتا ہے تو اس کتاب کا قاری بڑا متعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ نسب بیان کرتے وقت اپنی ماؤں کے ذکر کرنے میں بڑی رغبت رکھتے تھے۔ اسی طرح آپ مصعب زبیری کی کتاب "نسب قریش" یا ابن حزم اندلسی کی کتاب جمہرہ اُنساب العرب کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ نسب بیان کرنے والے ماؤں کے نسب میں کتنی دلچسپی لیتے تھے۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے عربوں کے نزدیک عورت کی قدر و منزلت کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے، کیا عورت کی عظمت کا یہ تصور ان لوگوں کے ہاں دیکھا جا سکتا ہے؟ جنہوں نے عورت کو اپنے معاشرہ میں انتہائی گھٹیا مقام دیا ہو۔ کیا ان لوگوں کے بارے میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ عورت کے ساتھ ایسا سلوک کریں جو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے اور اپنی ماں کو اپنے باپ کی وراثت شمار کرنے کے عادی ہوں مگر اس کے باوجود ہم عرب عورت پر بعض حالات میں ہونے والے ظلم و استبداد کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ اگر ایسا ہو تو ہمارا حال بھی ان لوگوں کی طرح ہوگا جو قدیم عرب معاشرہ میں عورت کی عزت و عظمت کا انکار کرنے والوں کا ہے۔

ہاں قرآن حکیم میں زندہ درگور کی ہوئی بیٹی کی قسم اٹھا کر کہا گیا ہے "بِاَیِّ ذَنۡبٍ قُتِلَتۡ" (پھر وہ کس گناہ کے باعث ماری گئی) اور کتب تاریخ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ عربوں میں یہ چیز عام نہیں تھی۔ ہم اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ ہم عرب معاشرہ کے صرف ایک پہلو پر نظر رکھیں۔ اگر ہم تاریخ عرب میں عورت کی عزت و عظمت والی روایات کا موازنہ ان روایات سے کریں جن میں عورت کی ذلت اور اس پر ڈھائے جانے والے ظلم و ستم کا ذکر ہے تو شاید پہلی قسم کی روایات کا پلہ بھاری ہو جائے۔ خصوصاً جب ہم قدیم زمانہ جاہلیت کے حالات کو بھی مدنظر رکھیں۔ یہ عورت کی ترقی اور بیداری کے حالات سے ہزاروں سال پہلے کی بات ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انبیاء کرام علیہم السلام کی مائیں

اس کتاب میں نسوانیت اور مامتا کے متعلق حسین وجمیل چیز کا ذکر ابھی باقی ہے اور یہ خوبصورت چیز چار برگزیدہ پیغمبروں حضرت اسماعیل، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ میں ان کی ماؤں کا کردار ہے۔ اس کے لئے ہمیں الہامی ادیان کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے بچپن میں ان کی پرورش کی ذمہ داری ان کی ماؤں کے سپرد کی گئی اور اس سعادت میں ان کے آباء شریک نہ ہوئے کیونکہ بعض انبیاء کرام کے آباء ان کی ولادت سے پہلے ہی وصال فرما گئے تھے اور بعض کے آباء بچپن میں ان کے پاس نہ تھے لیکن یہ ایک طبعی اور فطری امر ہے اس میں نہ تو کوئی تعجب کی بات ہے اور نہ ہی اسے کوئی اتفاقی حادثہ قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ مامتا میں پیار، محبت اور ایثار کے وافر جذبات اس بات کے متقاضی تھے کہ وہ ان جلیل القدر انبیاء کی تربیت کے فریضہ کو سرانجام دیتیں جن کو بنی نوع انسان کی رشد وہدایت کے لئے منتخب کیا گیا۔ چونکہ ان ادیان کے حاملین جلیل القدر انبیاء کی پرورش ان کی ماؤں نے کی تھی اس لئے یہ ادیان ماں کے مقام ومرتبہ کو گھٹا نہیں سکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ

(الروم: ۳۰)

(مضبوطی سے پکڑلو اللہ کے دین کو جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا اللہ کی تخلیق میں۔)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اُمِ اسماعیل علیہ السلام

رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُـقِیۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَشۡكُرُوۡنَ (ابراہیم:۳۶)

"اے ہمارے رب! میں نے بسا دیا ہے، اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔ اے ہمارے رب! یہ اس لئے تاکہ وہ قائم کریں نماز، پس کردے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ (تیرا) شکرادا کریں۔"

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا قصہ تورات نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قرآن کریم نے بھی متعدد مقامات پر اس کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ قرآن پاک واقعہ کی جزئیات تفصیلاً بیان نہیں کرتا بلکہ اس واقعہ کے جوہر اور اصل کی طرف توجہ دلاتا ہے اور اس سے مقصود انسانی توجہ کو وعظ و نصیحت اور عبرت پذیری پر مرکوز کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پرورش اور تربیت آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کی جب ان کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ گئے۔ حضرت ہاجرہ کا اپنے بچے کے لئے بیقرار ہونا اور اسے پیاس میں تڑپتے دیکھ کر بے چین ہونا اور پھر پانی کی تلاش میں صفا، مروہ کے درمیان دوڑنا، تاریخ کا حصہ اور لوگوں کے لئے نمونہ ہے اور یہ ماستا کی ایک ایسی تصویر ہے جس نے ماستا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یادگار بنادیا ہے۔ آپ کے مصائب و آلام اتنے پاکیزہ اور مقبول ہیں کہ انہیں عبادت کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

درجہ دے دیا گیا۔

ہاجرہ کون ہے؟ ہاجرہ کمزور اور ناتواں کنیز ہیں (1) جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام مصر سے کنعان لے کر آئیں۔ حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر کافی تھی ابھی تک اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد کی نعمت سے نہیں نوازا تھا۔ ایک دن انہیں خیال آیا میں اپنی کنیز ہاجرہ اپنے خاوند کو ہبہ کر دیتی ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس طرح انہیں اولاد سے نوازے۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنی کنیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ پر کرم فرمایا اور وہ امید سے ہو گئیں۔ جس سے حضرت سارہ علیہا السلام کی نسوانی غیرت بھڑک اٹھی جو ہر عورت کے سینے میں ہوتی ہے اور انہیں یہ محسوس ہونے لگا کہ ان کی کنیز اب بڑے فخر سے ان کی طرف دیکھتی ہے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس شکایت کی کہ میں نے اپنی کنیز آپ کو دی تھی لیکن کچھ دنوں سے وہ مجھ پر اپنی برتری کا اظہار کرنے لگی ہے۔ آپ نے بڑی نرمی سے جواب دیا وہ تمہاری کنیز ہے۔ تم جو چاہو اس کے ساتھ سلوک کر سکتی ہو۔ حضرت سارہ نے اپنی کنیز کو کچھ نہ کہا اور خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن جب حضرت ہاجرہ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو یہ بات ان کی برداشت سے باہر ہو گئی اور انہوں نے یہ قسم اٹھائی کہ اب وہ اور ان کی کنیز ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتیں۔ پھر حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجبور کرتی رہیں حتیٰ کہ آپ ایک دن گھر سے نکلے اور جنوب کی طرف چل دیئے۔ آپ کے پیچھے سیدہ ہاجرہ اور ان کی گود میں جناب اسماعیل علیہ السلام تھے۔ آپ کے دل میں خیال آیا کہ اپنے بیٹے کے لئے مکہ میں جائے پناہ تلاش کروں جہاں اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کے کچھ آثار باقی تھے۔ یہ وہی بیت اللہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلے عبادت کی

1۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام شاہ مصر کی دختر تھیں۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام کی عظمت اور کرامت سے متاثر ہو کر اپنی بیٹی کو بطور خادمہ ان کے ساتھ کرنا اپنے خاندان کے لئے فخر و عزت کا باعث سمجھا۔ رحمۃ للعالمین، 2/ 45-46۔ اس نے کہا تھا میری بیٹی کا اس کے گھر خادمہ ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔ (الروض الانف، 1/ 16) اس دور کے معاشرہ میں دوسری بیوی کو پہلی بیوی کی کنیز خیال کیا جاتا تھا۔ (القادری)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گئی۔ مکہ ان دنوں بے آب و گیاہ تھا۔ یہاں آبادی کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ کبھی کبھار بدوؤں کا کوئی قافلہ آ کر یہاں ٹھہر جاتا۔ قوم عمالقہ کے کچھ لوگ مکہ سے باہر آباد تھے۔ یہ بھی کبھی کبھی پانی اور گھاس کی تلاش میں ادھر آ نکلتے۔ وہیں ایک ٹیلہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑا اور انہیں ایک توشہ دان، جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور پانی کا مشکیزہ عطا کر کے فرمایا کہ یہاں کھجور کی ٹہنیوں کا ایک چھپر بنالینا۔ جب آپ انہیں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ اس بے آب و گیاہ صحرا کی وحشت سے خوفزدہ ہو گئیں اور عرض کرنے لگیں۔ آپ ہمیں اس خوفناک میدان میں اکیلے چھوڑ کر جارہے ہیں؟۔ مگر نہ تو آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور نہ ہی کوئی جواب دیا۔ شاید آپ اس بات سے ڈر گئے کہ کہیں اس حیران و پریشان ماں تا کے سامنے ان کی ہمت جواب نہ دے جائے۔ حضرت ہاجرہ نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں جہاں کسی انسان کا نام و نشان نہیں لیکن آپ نے پھر کوئی توجہ نہ دی حتیٰ کہ جب آپ وادی کے موڑ پر پہنچے تو آپ نے حضرت ہاجرہ کی یہ غم اندوز صدا سنی۔ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ مجھے اور اس بچے کو اس بے آب و گیاہ میدان میں چھوڑ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیچھے مڑ کر متوجہ ہوئے بغیر جواب دیا، ہاں۔ یہ جواب سن کر انہوں نے سر تسلیم خم کر لیا اور کہا پھر اللہ تعالیٰ ہمیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا۔(1)

پھر آپ نے خاموشی سے اپنا سر جھکا لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف متوجہ نہ ہوئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اس وادی سے نکل کر ایک ٹیلہ کی اوٹ میں ہو گئے تو آپ نے بڑی عاجزی او انکساری سے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کی:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ
الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ

1۔ الروض الانف: 1/ 135

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ (ابراہیم: ۳۷، ۳۸)

"اے ہمارے رب! میں نے بسا دیا اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے حرمت والے گھر کے پڑوس میں۔ اے ہمارے رب! یہ اس لئے تاکہ وہ قائم کریں نماز۔ پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں رزق دے پھلوں سے تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو جانتا ہے جو ہم (دل میں) چھپائے ہوئے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چیز مخفی نہیں اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں اور نہ آسمان میں"۔

اس دعا کے بعد آپ سرزمین کنعان کی طرف عازم سفر ہوئے اور اپنی زوجہ سیدہ سارہ کے پاس پہنچ گئے۔

ادھر حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے بچے کی طرف متوجہ ہوئیں۔ بچے کو دیکھ کر انہیں کچھ تسلی ہوئی اور انس ملا جس سے غلامی کی مصیبت اور ہجر و فراق کی مشقت کو کچھ دیر کے لئے بھول گئیں اور اپنے پیارے اور لاڈلے بیٹے کی محبت میں اتنی محو ہو گئیں کہ ان کا اس چٹیل وادی میں تنہائی کا احساس ختم ہو گیا اور اپنے بچے کی محبت میں اس قدر محو ہو گئیں کہ وہ یہ بھول گئیں کہ قسمت نے انہیں کہاں لا کھڑا کیا ہے۔ جب کھجوریں اور پانی ختم ہو گیا اور پیاس نے معصوم لخت جگر کو بے قرار کیا تو پریشان ہو کر اٹھیں اور پانی تلاش کرنے لگیں۔ جب آس پاس پانی نہ ملا تو دل میں خیال آیا کہ کسی پہاڑی پر چڑھ کر دیکھوں۔ اس وادی کے قریب ترین صفا کی پہاڑی تھی۔ آپ اس پر چڑھیں۔ صفاء پر چڑھ کر وادی میں نظر دوڑائی کہ شاید کچھ نظر آئے پھر اپنے کان لگائے کہ شاید کوئی آواز سنائی دے لیکن وہاں سکوت اور وحشت کے سوا کچھ نہ تھا پھر آپ تیزی سے دوڑتی ہوئیں سامنے والی پہاڑی "مروہ" پر چڑھیں کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شاید وہاں زندگی کے آثار ہوں لیکن وہاں بھی دور دور تک زندگی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس طرح آپ نے صفاء اور مروہ کے درمیان کئی چکر لگائے پھر تھک کر زمین پر بیٹھ گئیں اور اپنے آپ اور بیٹے کو اللہ کی رضا کے سپرد کر دیا۔

مگر بچے کی پیاس نے آپ کے جگر کو پاش پاش کر دیا۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کا لخت جگر پیاس سے تڑپ رہا تھا۔ ماں کے لئے یہ مرحلہ انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے بدن میں باقی ماندہ قوت کو مجتمع کیا اور اپنے بدن کو آہستہ آہستہ بچے سے جدا کیا اپنے چہرے پر اوڑھنی ڈالی اور کہنے لگیں کہ میں اپنی آنکھوں سے اپنے بچے کو دنیا سے رخصت ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔

گویا کہ کچھ وقت کے لئے کائنات کی گردش تھم گئی۔ ایک صرف اس بچے کی شدت پیاس سے تڑپنے اور اس کی ماں کی آہ و بکا کی صدا تھی جو اس چٹیل وادی میں گونج رہی تھی۔ جنگلی جانوروں اور درندوں کی صدائیں تھیں جو اپنے شکار کی تلاش میں اس وادی کے گرد گھوم رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس کی طرف سے اس الم سے نجات کا پروانہ کرم آ گیا۔ ایک پرندہ وادی کے گرد چکر کاٹتا ہے پھر ایک جگہ بیٹھ کر اپنی چونچ کے ساتھ زمین کو کھودنے لگتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آب زم زم کا چشمہ پھوٹ پڑتا ہے(1)۔ یہ دیکھ کر حضرت ہاجرہ کے تن بدن میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ آگے بڑھ کر پہلے بچے کو پانی پلاتی ہیں اور پھر خود نوش جاں کرتی ہیں۔ آبِ زم زم کے چشمہ سے اس خشک اور چٹیل وادی میں زندگی کی لہر دوڑنے لگتی ہے۔ انہی دنوں قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ شام جاتے ہوئے مکہ کے قریب سے گزرتا ہے۔ وہ مکہ کے نشیبی علاقہ میں پڑاؤ ڈالتا ہے اہل قافلہ وادی مکہ میں ایک پرندہ کو منڈلاتے ہوئے دیکھتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ ضرور یہ

1۔ یہ مصنفہ کی اپنی رائے ہے۔ اس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عظمت ظاہر نہیں ہوتی۔ صحیح بات یہی ہے کہ چشمہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے کی جگہ پھوٹا جو معجزہ کے طور پر رونما ہوا۔ اس بات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ ''اللہ تعالیٰ ام اسمٰعیل پر رحم فرمائے اگر وہ جلدی نہ کرتیں اور اس کے گرد مٹی کی بنی نہ بنا تیں تو زم زم ایک بہت بڑا چشمہ ہوتا۔ ضیاء النبی: 1/ 384 (القادری)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہے لیکن ہم تو اس وادی سے کئی بار گزرتے ہیں یہاں تو پانی کا نام ونشان نہیں پھر اپنے ایک آدمی کو حقیقت حال معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ وہ گیا اور واپس آ کر اپنے ہمراہیوں کو چشمہ کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔ پھر یہ حضرت ہاجرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ پسند کریں تو ہم یہاں پڑاؤ کر لیں۔ پانی آپ کی ملکیت میں ہی رہے گا۔ آپ انہیں اجازت دے دیتی ہیں اس طرح وہ لوگ وہاں آباد ہو جاتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اس ماحول میں پروان چڑھتے رہے۔ جب آپ عنفوان شباب کو پہنچے تو آپ کے والد گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور انہیں اپنے خواب کے بارے میں بتایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ

آپ نے فرمایا، اے پیارے فرزند! میں نے دیکھا ہے خواب میں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتا تیری کیا رائے ہے۔ عرض کیا میرے پدر بزرگوار! کر ڈالئے جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (الصافات: ۱۰۲)

اس کے بعد قربانی کا یہ عظیم واقعہ پیش آیا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا عزم کیا تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے ایک خوبصورت مینڈھا بھیج دیا اور الہام کیا کہ وہ اپنے صابر و شاکر بیٹے کے بدلہ میں اس مینڈھا کو ذبح کریں۔

پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کا حکم دیا۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مل کر اس کی تعمیر کی اور اسے اس کے گھر کا طواف، اعتکاف اور اس میں رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک صاف کیا اور ان کی زبان مبارک پر یہ دعائیہ کلمات تھے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا
مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ
تُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ
یُزَكِّیْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

"اے ہمارے پروردگار! قبول فرما ہم سے (یہ عمل) بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! بنا دے ہم کو فرمانبردار اپنا۔ اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرمانبردار ہو اور بتا دے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر (اپنی رحمت سے) بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے رب! بھیج ان میں ایک برگزیدہ رسول انہی میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آیتیں اور سکھائے انہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں بے شک تو بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔" (البقرہ: ۱۲۷، ۱۲۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو حج کی طرف بلائیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کی ذریت میں اپنے رسول مکرم، نبی معظم، صفوۃ الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ حضرت سیدہ ہاجرہ کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ تاریخ میں جن کی مامتا مصائب و آلام کی آزمائش سے گزری اور جن کی صفا و مروہ کے درمیان سعی دین اسلام میں شعائر حج کا درجہ پا گئی اور یہ سعی ہر سال ہمیں اس مامتا کی یاد دلاتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ام موسیٰ علیہ السلام

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (القصص:۷)

"اور ہم نے الہام کیا موسیٰ کی والدہ کی طرف کہ اسے (بے خطر) پلاتی رہ (دودھ) اور جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لاحق ہو تو ڈال دینا اسے دریا میں اور نہ ہراساں ہونا اور نہ غمگین ہونا، یقیناً ہم لوٹا دیں گے اسے تیری طرف ہم بنانے والے ہیں اسے رسولوں میں سے۔"

قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد گرامی کا ذکر نہیں ملتا۔ اس میں صرف آپ کی والدہ ماجدہ ہی کا تذکرہ ملتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نگہداشت، پرورش اور رضاعت کے امور انہی کے سپرد ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا جب فرعون نے بنی اسرائیل پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا اور غلام بنا کر ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتا تھا۔

روایات میں آتا ہے کہ اس نے ایک پریشان کن خواب دیکھا جس نے اس کے حواس اڑا کر رکھ دیئے۔ اس نے کاہنوں، جادوگروں، نجومیوں اور معبرین کو بلایا اور ان سے اس خواب کی تعبیر کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھ سے تیری بادشاہی چھین لے گا۔ تجھے اور تیری قوم کو اس سرزمین سے نکال دے گا۔ تیرے دین کو ختم کر دے گا اور اس کی پیدائش کا وقت بالکل قریب آچکا ہے۔(1)

یہ سن کر وہ سخت طیش میں آیا اس پر جنون طاری ہو گیا اور اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ہاں جو بھی لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے اس نے دائیوں کی ایک

1۔ قصص الانبیاء 74-173

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جماعت تیار کی اور اسے ملک کے اطراف واکناف میں پھیلا دیا۔ اس طرح فرعون نے بنی اسرائیل کے ستر ہزار بچے قتل کیے۔ انہی ایام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ کی والدہ خوف و پریشانی کے عالم میں کپکپانے لگی۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر دایہ کے دل میں رحم آ گیا اور اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس بچے کے بارے میں کسی کو نہیں بتائے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ جب دایہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ ان کے معصومانہ حسن و جمال کو دیکھ کر ان پر دل وجان سے فریفتہ ہوگئی اور بچے کو قتل کے لئے فرعون کے کارندوں کے حوالے نہ کیا لیکن فرعون کے جاسوسوں نے اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا۔ انہوں نے گھر کا گھیراؤ کر لیا اور قریب تھا کہ وہ بچے کو پکڑ لیتے کہ اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن مریم نے انہیں دیکھ لیا اور گھبراہٹ سے اپنی ماں سے کہا:

"دروازے پر فرعون کے سپاہی ہیں۔"

اس درپیش آمدہ پریشانی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام کیا۔ انہوں نے اپنے نومولود بچے کو کپڑے میں لپیٹا اور جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ اسی اثناء میں سپاہی اندر داخل ہوئے۔ انہیں اُم موسیٰ اور ان کی بہن کے سوا کچھ نظر نہ آیا جو اپنے کام کاج میں مصروف تھیں۔ انہوں نے بڑی سختی سے پوچھا، دایہ تمہارے پاس کیا لینے آئی تھی۔ انہوں نے بڑے وقار اور سنجیدگی سے جواب دیا کہ وہ سہیلی تھی، ملاقات کے لئے آئی تھی۔ یہ جواب سن کر سپاہی چلے گئے۔ اب حضرت اُم موسیٰ کو اپنے بچے کی فکر لاحق ہوئی۔ انہیں تنور سے اپنے بچے کی آواز سنائی دی۔ بھاگی بھاگی گئیں اور بچے کو تنور سے نکالا۔ اللہ کے فضل اور رحمت سے آگ نے بچے کو مس تک نہ کیا۔ ان پر یہ حقیقت پوری طرح عیاں تھی کہ بچے کو اس طرح زیادہ دیر تک ٹھہرانا مشکل ہے۔ وہ اسی سوچ وبچار میں تھیں کہ اللہ نے انہیں الہام کیا:

اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ
یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ (طٰہٰ:۳۹)

"کہ رکھ دو اس معصوم بچے کو صندوق میں پھر ڈال دو اس صندوق کو دریا میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پھینک دے گا اسے دریا ساحل پر پھر پکڑے گا اسے وہ شخص جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے"۔

آپ نے اس آسمانی حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے ایک صندوق لے کر اس میں کچھ روئی رکھی۔ اپنے لخت جگر کو دودھ پلایا اور پھر اس صندوق میں سلا دیا۔ صندوق کا دروازہ مضبوطی سے بند کر کے اسے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جس وقت انہوں نے اپنے فرزند دلبند کو دریا کی لہروں کے سپرد کیا ہوگا۔ اکثر مؤرخین نے جنہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اُم موسیٰ کی اس حالت کا ذکر کرنے سے پہلو تہی کی ہے کہ کس طرح ان کی نگاہیں اس صندوق پر لگی رہیں جس میں ان کا جگر گوشہ پڑا تھا اور دریا کی موجیں اسے بہا کر دور لے جا رہی تھیں۔

مگر بعض مؤرخین نے ان دردناک لمحات کی تصویر کشی بھی کی ہے کہ جب صندوق ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوا اور ماحول کی وحشت نے انہیں خوفزدہ کیا تو پھر انہیں احساس ہوا کہ اس طرح تو انہوں نے تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بچے کو دریا کی بے رحم موجوں کے سپرد کر دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اپنے بچے کو فرعون کے پنجہ استبداد سے بچانے کے لئے اس کے علاوہ انہیں کوئی اور تدبیر سوجھی ہی نہیں تھی۔ مگر انہیں یوں لگتا ہے کہ انہوں نے اپنے بچے کو فرعون کی چھری سے بچا کر مچھلیوں کے منہ میں ڈال دیا ہے۔

ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل میں ڈال دیا اور وہ ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو شیطان آیا اور ان کے دل میں وسوسہ ڈالنے لگا۔ وہ دل میں کہنے لگیں کہ میں نے اپنے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اگر میرے بیٹے کو قتل کر دیا جاتا تو میں اپنے ہاتھوں سے کفن پہنا کر اسے دفن کرتی اور یہ دریا میں پھینکنے اور اسے دریائی مخلوق کی خوراک بنانے سے بہتر ہوتا۔"

میرے خیال میں یہ ان اسرائیلی روایات کا حصہ ہے جس کو عام کرنے میں ان یہود کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بڑا کردار ہے جو بعد میں مسلمان ہو گئے کیونکہ قرآن پاک میں اس شیطانی وسوسہ کا بالکل ذکر نہیں۔ آیات قرآنی اس کی نفی کرتی ہیں کیونکہ قرآن پاک میں صراحۃً مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اللہ کے حکم سے انہیں دریائے نیل کے سپرد کیا تھا۔

اُم موسیٰ دریا کے کنارے پر ٹھہر جاتی ہیں، گھر جانے کو دل نہیں چاہتا۔ آپ کا دل اپنے بیٹے کی فکر میں ڈوبا ہوا ہے۔ حتیٰ کہ آپ کی بیٹی مریم آپ کو تلاش کرتے ہوئے وہاں آ جاتی ہے اور آپ کو دلاسہ دے کر گھر لے آتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں سکون اور طمانیت بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (القصص:۱۰)

''اور موسیٰ کی ماں کا دل بیقرار ہو گیا، قریب تھا کہ وہ ظاہر کر دیتی اس راز کو اگر ہم نے مضبوط نہ کر دیا ہوتا اس کے دل کو تا کہ وہ بنی رہے اللہ کے وعدہ پر یقین کرنے والی''۔

موجیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہا کر ایک باغیچہ کے قریب لے گئیں جو فرعون کے محل سے متصل واقع تھا۔ جہاں سے اس کی لونڈیاں پانی بھرا کرتی تھیں۔ جب ان کی نظر صندوق پر پڑی تو انہوں نے صندوق کو پکڑ لیا اور اپنی ملکہ حضرت سیدہ آسیہ زوجہ فرعون کے پاس لے گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ اس میں ہیرے جواہرات پر مشتمل کوئی خزانہ ہو گا۔ پھر صندوق کھولا تو اس میں ایک انتہائی حسین وجمیل بچہ تھا جو سیدہ آسیہ کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ جب انہوں نے غور سے دیکھا تو ان کا دل بچے پر فریفتہ ہو گیا۔ انہیں ایسے محسوس ہوا کہ گویا ان کا یہ اپنا لختِ جگر ہے۔ ان کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ کتنا خوبصورت تحفہ تھا جو آسمان سے ان کی محروم ممتا کو عطا ہوا۔ ابھی وہ اس سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں کہ فرعون کے سپاہی پہنچ گئے اور مطالبہ کیا کہ بچہ ان کے حوالے کر دیا جائے۔ انہوں نے حکماً فرمایا:

''واپس لوٹ جاؤ۔ اس بچے کا بنی اسرائیل سے کوئی تعلق نہیں''۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب انہوں نے ان کے تردد کو دیکھا تو کچھ نرم لہجہ میں بولیں۔ اس کا معاملہ میرے سپرد کردو میں فرعون کے پاس خود جاتی ہوں اور اس سے اس کو اپنے لئے مانگتی ہوں۔ اگر تو اس نے مجھے دے دیا تو ٹھیک اور اگر اس نے اس کے قتل کا حکم دیا تو تم اسے قتل کر دینا۔ میں تمہیں کوئی ملامت نہیں کروں گی۔ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر فرعون کے پاس لے آئیں اور اسے کہنے لگیں:

قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا (قصص:۹)

"(اے میرے سرتاج) یہ بچہ تو میری اور تیری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرنا، شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے اپنا فرزند بنالیں"۔

اس نے جواب دیا، یہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ٹھیک ہے تم اسے گود میں لے لو مگر پھر اسے جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور کہنے لگا کہ نہیں نہیں، اس کو قتل کردو۔ مجھے خوف ہے کہ یہ کہیں بنی اسرائیل سے نہ ہو اور اسی کے ہاتھوں ہماری ہلاکت اور بادشاہت کی بربادی نہ ہو۔ لیکن حضرت آسیہ اپنی بات پر مصر رہیں۔ حتیٰ کہ فرعون نے ان کی بات مان لی اور بچہ ان کے سپرد کر دیا۔ وہ معصوم بچے کو لیکر محل میں آ گئیں۔ وہ خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھیں ادھر یہود کے محلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اپنے دل پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھیں جو لخت جگر کے دوبارہ ملنے کی امید میں دھڑک رہا تھا۔ انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا مریم! اس کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ شاید تمہیں اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔ مریم اپنے بھائی کی تلاش میں پیدل چلتے چلتے دریائے نیل کے کنارے پہنچ جاتی ہیں۔ وہاں اسے معلوم ہوتا ہے کہ محل کی ملکہ کے پاس ایک چھوٹا سا بچہ ہے جو کسی عورت کا دودھ نہیں پیتا۔ اس کے دل نے کہا یہ اسی کا بھائی ہے۔ بڑی احتیاط کے ساتھ محل کا چکر لگانے لگیں۔ یہاں اسے حضرت آسیہ کی لونڈیوں نے دیکھ لیا جو دودھ پلانے والی عورتوں کی تلاش میں تھیں کہ شاید یہ بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے۔ جب مریم کو اس کا علم ہوا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پایا۔ اپنے جذبات کو چھپاتے ہوئے بڑی احتیاط سے محل میں داخل ہوئیں اور بڑے محتاط انداز میں کہا:

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ

''کیا میں پتہ دوں ایسے گھر والوں کا جو اس کی پرورش کریں تمہاری خاطر اور وہ اس بچہ کے خیر خواہ بھی ہوں گے''۔ (القصص:۱۲)

اس کی بات سن کر سپاہیوں کو کچھ شک پڑا اور وہ اس سے مختلف سوالات کرنے لگے۔ کہنے لگے، ہمارا خیال ہے تم کوئی بات چھپا رہی ہو۔ اس نے بڑی مستقل مزاجی سے جواب دیا میں تو تمہاری بھلائی چاہتی تھی۔ انہوں نے پوچھا، شاید تجھے بچے کے اہل خانہ کا علم ہے ورنہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ اس کے لئے خیر خواہ ہیں۔ اس نے جواب میں کہا، بات تو انتہائی معمولی ہے۔ میں تو صرف یہ جانتی ہوں کہ وہ لوگ بڑے رحم دل اور نیک سرشت ہیں۔ وہ اس بچے پر شفقت اور بادشاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے دل وجان سے بچے کی پرورش کی ذمہ داری قبول کرلیں گے۔ یہ بات سن کر انہیں کچھ یقین آ گیا اور وہ بچے کو لیکر مریم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ادھر اُم موسیٰ غم وحزن میں ڈوبی بیٹھی تھیں۔ ان کے ذہن میں یہ خیال تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کیسی خوشی اور سعادت عطا فرمانے والا ہے۔ یونہی ان کی نظر اپنے لخت جگر پر پڑی تو بے اختیار ان کی چیخ نکلنے لگی مگر انہوں نے اپنے آپ پر قابو پا لیا اور بڑے ضبط سے کام لیا۔ انہوں نے بڑی شفقت اور محبت سے بچے کو اپنے سینہ سے لگایا۔

وہ لوگ بہت متعجب ہوئے کہ پہلے تو یہ بچہ کسی کا دودھ پیتا ہی نہ تھا۔ اب یہ دودھ پینے میں کس طرح مگن ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ پی کر سیر ہو گئے تو یہ لوگ اُم موسیٰ کو ساتھ لیکر حضرت آسیہ کے پاس آئے اور انہیں سب کچھ بتایا۔ انہوں نے اُم موسیٰ سے کہا ہمارے بچے کو دودھ پلانے کے لئے تم ہمارے پاس ہی ٹھہرو۔ انہوں نے جواب دیا اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں اسے دودھ بھی پلاؤں گی اور نگہداشت بھی کروں گی۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے اپنے گھر کو چھوڑا تو میرے بچے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پریشان ہوں گے۔ اس لئے میں اپنا گھر نہیں چھوڑ سکتی۔ ظاہری طور پر اُم موسیٰ کا یہ رویہ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ وہ اپنے بچے کے لئے محل میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتیں لیکن اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ حالات مکمل طور پر ان کے حق میں تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہیں پیتے تھے اور حضرت آسیہ کے اس بچے کے ساتھ انس سے وہ بھی آگاہ تھیں۔ اسی لئے وہ بچے کو گھر لے جانے پر مُصر تھیں تا کہ محل کی فضا اور اس کے جاسوسوں سے دور رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنی ممتا کی پیاس بجھا سکے۔

اگر وہ محل میں رہتیں تو ان کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ایک پسندیدہ اور دوسرا ناپسندیدہ۔ پسندیدہ راستہ تکلیف دہ تھا۔ ایک تو یہ تھا کہ وہ اپنے جذبات اور ممتا کو قابو میں رکھتیں تا کہ کسی کو ان کے بارے میں شک نہ ہو مگر یہ ان کے بس کی بات نہ تھی اور دوسرا یہ تھا کہ وہ اپنی ممتا کا کھل کر اظہار کرتیں اور اس طرح اپنے ہاتھوں سے اپنے بچے کو قاتلوں کے سپرد کر دیتیں۔ انہیں اپنے رب کی رحمت پر بھی پورا بھروسہ تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے اور اپنے بیٹے کی بھلائی کی خاطر اپنے گھر ہی کا انتخاب کیا۔

ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"اُم موسیٰ کو اپنے رب کا وعدہ یاد تھا۔ اس لئے وہ حضرت آسیہ کی بات ماننے پر تیار نہ ہوئیں کیونکہ انہیں یہ پورا یقین تھا کہ ان کا رب ان کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو ضرور پورا کرے گا۔"

حضرت آسیہ کو بھی اُم موسیٰ کی بات ماننے کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہ تھا کیونکہ وہ بچے کی زندگی کی حریص تھی۔ اس لئے بچہ ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح اُم موسیٰ جناب موسیٰ علیہ السلام کو لے کر گھر آ گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ قصص میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الْمُرْسَلِيْنَ

سورۃ طٰہٰ میں یوں بیان فرمایا:

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤی ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤی ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ یَّكْفُلُهٗ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْۤ اَهْلِ مَدْیَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى (طٰہٰ:۳۶،۴۰)

”جواب ملا، منظور کر لی گئی ہے آپ کی درخواست اے موسیٰ! اور ہم نے احسان فرمایا تھا تم پر ایک بار پہلے بھی۔ جب ہم نے وہ بات الہام کی تمہاری ماں کو جو الہام ہی کئے جانے کے قابل تھی یہ کہ رکھ دو اس معصوم بچے کو صندوق میں پھر ڈال دو اس صندوق کو دریا میں، پھینک دے گا اسے دریا ساحل پر پھر پکڑے گا اسے وہ شخص جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچے کا بھی دشمن ہے۔ (اور اے موسیٰ) میں نے پرتو ڈالا تجھ پر محبت کا اپنی جناب سے (تاکہ جو دیکھے فریفتہ ہو جائے) اور (اس تدبیر کا منشاء یہ تھا) کہ آپ کی پرورش کی جائے میری چشم (کرم) کے سامنے یاد کرو جب چلتے چلتے آئی تمہاری بہن اور کہنے لگی (فرعون کے اہل خانہ سے) کیا میں تمہیں بتاؤں اس کے بارے میں جو اس کی پرورش کر سکے پس (یوں) ہم نے آپ کو لوٹا دیا آپ کی ماں کی طرف تاکہ (آپ کو دیکھ کر وہ) اپنی آنکھ ٹھنڈی کرے اور غمناک نہ ہو اور تمہیں یاد ہے (جب) تو نے مار ڈالا تھا۔ ایک شخص کو پس ہم نے نجات دی تھی تمہیں غم و اندوہ سے ہم نے تمہیں اچھی طرح جانچ لیا تھا۔ پھر تم ٹھہرے رہے کئی سال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اہل مدین میں پھر تم آ گئے ایک مقررہ وعدہ پر اے موسیٰ"۔

اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں پر وحی نازل ہوئی اور اس آسمانی وحی کے ذریعہ ایک اہم فریضہ ان کے سپرد کیا گیا اور یہ فریضہ اس بچے کو فرعون کے ظلم واستبداد سے بچانا تھا۔ عرصہ دراز سے جس کی تیغ ستم سے بنی اسرائیل کا کوئی بچہ محفوظ نہیں تھا کیونکہ اسی بچے کو بڑے ہو کر جلیل القدر پیغمبر ہونے کا شرف حاصل ہونا تھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ام مسیح علیہ السلام

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ بشارت دیتا ہے تجھے ایک حکم کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ معزز ہوگا دنیا و آخرت میں اور (اللہ کے) مقربین میں سے ہوگا۔ (آل عمران: ۴۵)

کون عیسیٰ علیہ السلام؟

وہ عیسیٰ جن کو قرآن پاک نے ان کی ماں کی طرف منسوب کر کے عیسیٰ بن مریم کہا ہے۔ ماؤں کو یہ حق ہے کہ وہ اس نسبت پر فخر کریں۔ حضرت مریم علیہا السلام وہ ماں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بنا کر عالم کی تمام عورتوں سے منتخب فرمایا۔

حضرت مریم علیہا السلام کی مامتا کا قصہ بڑا اثر آفرین ہے۔ آپ کو بڑے مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کی پیدائش ایک مذہبی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد بنی اسرائیل کے بہت بڑے عالم تھے۔ جب آپ کی ماں امید سے ہوئیں تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ میرے ہاں جو بھی بچہ پیدا ہوگا اسے میں بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کروں گی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۭ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا
حَسَنًا ۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ
عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (آل عمران: ۳۵، ۳۷)

''جب عرض کی عمران کی بیوی نے اے میرے رب! میں نذر مانتی ہوں تیرے لئے جو میرے شکم میں ہے۔(سب کاموں سے) آزاد کر کے، تو قبول فرما لے (یہ نذرانہ) مجھ سے۔ بے شک تو ہی (دعائیں) سننے والا، (نیتوں کو) جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے جنا اسے (حیرت وحسرت سے) بولی اے رب! میں نے تو جنم دیا ایک لڑکی کو۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا اور نہیں ہے لڑکا (جس کا وہ سوال کرتی تھی) مانند اس لڑکی کے اور (ماں نے کہا) میں نے نام رکھا ہے اس کا مریم۔ میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے پھر قبول فرمایا اسے اس کے رب نے بڑی اچھی قبولیت کے ساتھ اور پروان چڑھایا اسے اچھا پروان چڑھانا اور نگران بنا دیا اس کا زکریا کو جب بھی جاتے مریم کے پاس زکریا (تو اس کی) عبادت گاہ میں موجود پاتے کھانے کی چیزیں (ایک بار) بولے اے مریم! کہاں سے تمہارے لئے آتا ہے یہ (رزق) مریم بولیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے بے حساب۔''

بچپن میں ہی ان کے والد عمران کا انتقال ہو گیا۔ اب ان کے اعزہ واقارب میں اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ ان کی کفالت کون کرے گا۔ اس کا فیصلہ کرنے کے لئے انہوں نے قرعہ ڈالا۔ چنانچہ قرعہ نکلنے پر آپ کی کفالت کی ذمہ داری آپ کے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ

(آل عمران: ۴۴)

''یہ (واقعات) غیب کی خبروں میں سے ہیں، ہم وحی کرتے ہیں اس کی آپ کی طرف اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب وہ پھینک رہے تھے (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ) کون ان میں سے سرپرستی کرے مریم کی اور نہ تھے آپ ان کے پاس جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔''

حضرت مریم علیہ السلام اپنی والدہ کی نذر کو پورا کرنے کے لئے بیت المقدس کی خدمت کے ساتھ ساتھ شب و روز عبادت میں بھی مشغول رہتیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ایک عظیم امانت کی سپرداری کے لئے منتخب کر لیا۔ ایک دن آپ خلوت میں مناجات الٰہی میں محو تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دینے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

(آل عمران: ۴۵)

''ایک حکم کی اپنے پاس سے اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جو معزز ہوگا دنیا و آخرت میں اور (اللہ کے) مقربین سے ہوگا۔''

جونہی آپ نے یہ خوشخبری سنی تو آپ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ نے بڑی عاجزی اور انکساری سے بارگاہ صمدیت میں عرض کی:

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا

مریم (حیرت سے) بولیں (اے بندۂ خدا) کیونکر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ، حالانکہ نہیں چھوا مجھے کسی بشر نے اور نہ میں بدچلن ہوں۔ (جبریل نے کہا)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یہ درست ہے (لیکن) تیرے رب نے فرمایا۔ یوں بچہ دینا میرے لئے
معمولی بات ہے۔اور (مقصد یہ ہے کہ) ہم بنائیں اسے اپنی (قدرت کی)
نشانی اور لوگوں کے لئے سراپا رحمت اپنی طرف سے اور یہ ایسی بات ہے جس
کا فیصلہ ہو چکا ہے۔" (مریم:۲۰،۲۱)

آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سن کر اس کی قضاء وقدر کے سامنے سر جھکا دیا۔ چند ہی دنوں بعد آپ نے اپنے پیٹ میں بچے کے آثار محسوس کئے۔ ایک کنواری اور پاکدامن عورت کے لئے یہ احساس کس قدر تکلیف دہ ہے۔ رسوائی و شرمندگی کے ڈر سے آپ شہر سے دور نکل گئیں اور ایک ایسی وادی میں مقیم ہو گئیں جسے چرواہوں نے گھاس نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ رکھا تھا۔ جب بچے کی ولادت کا وقت قریب آیا تو آپ کھجور کے تنے کا سہارا لے کر بیٹھ گئیں۔ اسی عالم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے ان لمحات میں فرمایا:

یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا

"(بصد حسرت و یاس) کہنے لگی۔ کاش میں مرگئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل
فراموش کر دی ہوتی۔" (مریم:۲۳)

پھر وہی ہوا جو ہونا تھا۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا ﴿۲۷﴾
یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا

"اس کے بعد وہ لے آئی بچے کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے
ہوئے، انہوں نے کہا اے مریم! تم نے بہت برا کام کیا ہے۔ اے ہارون کی
بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔" (مریم:۲۷،۲۸)

لوگ حضرت مریم علیہا السلام کی عفت اور پاکیزگی کو جانتے تھے۔ انہوں نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور نہ ہی اس معصوم بچے سے رونما ہونے والے معجزے کا خیال کیا۔ انہوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے آپ پر بڑی سنگین تہمت لگائی۔ آپ نے بڑے صبر و تحمل سے اسے برداشت کیا۔ اسے اپنے رب کی قضاء وقدر سمجھتے ہوئے بڑی ہمت سے مقابلہ کیا اور اپنے اس عظیم بچے کی خاطر ان مصائب کو جھیلا جو موت سے بھی زیادہ سخت تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ مخالفین کے مکر اور ان کی اذیت سے بچنے کے لئے آپ اپنے بچے کو مصر لے گئیں۔ آپ وہاں بارہ سال مقیم رہیں آپ نے وہاں اپنے بچے کی پرورش کی خاطر سوت کاتا اور کھیتوں سے گندم کی بالیاں چنیں۔ وہ کیا سماں ہوگا جب آپ علیہا السلام کے ایک کندھے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے کندھے پر بالیوں کا گٹھا ہوتا ہوگا تھا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھوڑے بڑے ہوئے تو آپ انہیں مدرسہ لے گئیں اور تعلیم و تربیت کے لئے ایک معلم کے سپرد کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں یروشلم جانے کا حکم فرمایا تاکہ وہاں شریعت موسوی (علیہ السلام) کے مطابق اس کی عبادت کریں۔ وہاں آپ ناصرہ نامی گاؤں میں مقیم ہوگئیں اور یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پروان چڑھ کر جوان ہوئے۔ آپ جب کوئی خواب دیکھتے تو اس کا ذکر اپنی والدہ سے کرتے۔ مصائب و آلام میں وہ آپ کا واحد سہارا تھیں۔ آپ ان کو تسلی دیتیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتیں۔

انجیل برناباس نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر انتیس سال ہوئی تو ایک دن آپ اپنی والدہ کے ساتھ جبل زیتون پر زیتون کا پھل چننے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ وہاں آپ کو خواب میں آگاہ کیا گیا کہ آپ کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ آپ نے اس کا ذکر اپنی والدہ سے کیا اور انہیں یہ بھی بتایا کہ مجھے اس راہ میں بڑے مصائب برداشت کرنا پڑیں گے اور عرض کی کہ اب وہ ان کے ساتھ مقیم نہیں رہ سکتے اور نہ ہی ان کی خدمت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام نے جب یہ بات سنی تو فرمایا، بیٹا! تمہاری پیدائش سے پہلے ہی مجھے ان تمام باتوں سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اللہ کا پاک نام ہی عظمت و رفعت کے لائق ہے۔ اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ سے رخصت ہوگئے اور اپنے فریضہ رسالت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔

تیس سال تک آپ علیہ السلام کی والدہ نے آپ کا ساتھ دیا۔ اس دوران انہوں نے آپ کی اس عظیم مقصد کے لئے تربیت کی جس کے وہ منتظر تھے۔ وہ اپنی والدہ سے رخصت ہو کر چلے گئے یہ دونوں ہستیاں اللہ کی زمین پر ہمیشہ کے لئے اس کی نشانی بن گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنٰهُمَآ (المؤمنون:۵۰)

"اور ہم نے بنادیا (عیسیٰ) بیٹے مریم اور اس کی ماں کو نشانی۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ آيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ، (الانبیاء:۹۱)

"اور ہم نے بنا دیا اسے (مریم) اور اس کے بیٹے (عیسیٰ) کو نشانی دونوں جہاں کے لئے۔"

انبیاء کرام کی ماؤں کی تاریخ کے سلسلہ زریں کی آخری کڑی حضرت آمنہ بنت وہب ہیں جو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب دوم

فضاء، ماحول اور خاندان

بیت عتیق
بنو زہرہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیت عتیق

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ
لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿٢٦﴾ وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ
يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾ لِّيَشْهَدُوا
مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن
بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ

اور یاد کرو جب ہم نے مقرر کر دی ابراہیم کے لئے اس گھر کی تعمیر (کی جگہ) اور حکم دیا شریک نہ ٹھہرانا میرے ساتھ کسی چیز کو اور صاف ستھرا رکھنا میرے گھر کو، طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں، اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے اور اعلان عام کر دو لوگوں میں حج کا وہ آئیں گے آپ کے پاس پا پیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر جو آتی ہیں ہر دور دراز راستہ سے (اعلان کیجئے) تا کہ وہ حاضر ہوں اپنے (دین و دنیا) کے فائدوں کے لئے اور ذکر کریں اللہ تعالیٰ کے نام کا مقررہ دنوں میں۔ (الحج: ۲۶، ۲۸)

لبیك اللھم لبیك ہم حاضر ہیں۔

یہ وہ عظیم ترانہ ہے جس کی صدا مدتوں سے آفاق میں گونج رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نداء پر لبیک کہتے ہوئے اکناف عالم سے لاکھوں نفوس بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے قصد کرتے ہیں۔ آپ کے بعد اس عربی رسول اور در یتیم کی بھی یہی دعوت ہے جسے چودہ سو سال قبل حضرت آمنہ بنت وہب نے حضرت عبداللہ بن مطلب کے گھر جنا۔

اے زمانے کی سماعتو!

اے جہاں کی بصارتو!

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تم نے کونسے عبادت گزاروں کی آوازوں کو سنا؟

تم نے کونسے چہروں کی زیارت کی؟

کونسے جھنڈے تمہارے سامنے لہلاتے ہیں؟

اور تمہارے سامنے کتنے سرزمین کے اس ٹکڑے پر جھکے ہیں جو اس چٹیل میدان کے وسط میں واقع ہے جسے سیاہ چٹانیں اور فلک بوس پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت سے جاری ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مقام اجتماع، گہوارۂ امن اور جائے پناہ بنایا ہے۔ یہاں آکر خوف زدہ بے خوف ہو جاتا ہے۔ گھبرایا ہوا امن میں ہو جاتا ہے۔ مجرم اور قاتل بھی محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس کے سایہ میں اس کی زندگی کو بھی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے جو اس دور کے جنگلی قانون کے مطابق قابل گردن زدنی ہوتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ (آل عمران:۹۶)

اے زمانے کے ذہن!

تو دنیا کے گھر گھر کو جانتا ہے۔

تو نے مشرق و مغرب کی قدیم و جدید رسم و رواج کو دیکھا ہے اور حجاج، زائرین، طوافین اور عبادت گزاروں کا مشاہدہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ گھر ازل سے روشنی کا مینار ہے اور ابد تک رہے گا۔ اس کے انوار و تجلیات دور دور تک پہنچتے ہیں۔ وہاں تک کہ جہاں تک کسی دوسرے گھر کے نہیں پہنچ سکتے۔

اے زمانے! کسے معلوم ہے کہ کتنے ہزار سال کی تقویم تیرے مضبوط ہاتھوں سے مٹی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ارض حجاز کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا قابل ذکر حیثیت کا مالک نہیں تھا۔ جہاں شمال و جنوب سے آتے جاتے بدوؤں کے قافلے اپنا پڑاؤ ڈالتے تھے اور پھر یہاں سے بے آب و گیاہ اور خوفناک صحرا کے سفر کا آغاز کرتے تھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اے مؤرخ! کون جانتا ہے ان بدوؤں سے پہلے کتنی انسانی نسلیں گزر چکی ہیں جو اس صحراء میں گھومیں اور جنہوں نے اس خوفناک وادی کو عبور کرتے ہوئے مکہ کو اپنی جائے پناہ بنایا۔ اس کے متلاشی یہاں کچھ دیر آرام کرتے اور سکون و اطمینان کی دولت سے سرفراز ہوتے جوان جنگلوں اور صحراؤں کے تکلیف دہ سفر میں معاون ہوتی۔

نامعلوم کتنی صدیوں سے دور دراز پھیلے ہوئے صحراء کا یہ ٹکڑا عبادت گاہ بنا ہے۔ لوگوں نے اس کے اور آسمان کے درمیان براہ راست تعلق محسوس کیا۔ اس لئے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ حج کرنے کے لئے اس کی طرف اُمڈ آئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا دامن طلب دراز کرتے ہوئے طواف کرنے لگے۔ یہ سرزمین ان کے نزدیک سب سے زیادہ مقدس ہوگئی اور امن کا گہوارہ بن گئی۔

اے زمانے! مکہ کیسے ایک پڑاؤ سے تمام قبائل کے لئے ایک تہوار کی جگہ اختیار کر گیا۔ شمال و جنوب کے تمام قبائل یہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور اطراف عالم کے وفد جمع ہوتے ہیں کہ اس وقت صرف اونٹ ہی نقل و حمل کا ذریعہ تھا۔

جب ارد گرد کی دنیا کی زندگی میں ہنگامہ برپا تھا اس وقت اس ٹکڑے کا انسانی میل جول میں کیسا کردار ہوگا کہ یہ مشرق سے ہندوستان، ایران، چین کا، جنوب سے یمن، حبشہ کا، مغرب سے مصر کا نیل، بحر احمر اور ابیض کے راستہ سامان تجارت لایا۔

اے زمانے! تیرے سوا ہمیں کوئی ان تفصیلات سے آگاہ نہیں کرتا۔ نامعلوم کن خصوصیات کی بناء پر صحراء کے اس ٹکڑے کو دین کے مرکز کے لئے منتخب کیا گیا اور یہ مرکز آہستہ آہستہ ترقی کر کے تمام اہل عرب کی عبادت گاہ اور ان کی امیدوں کا محور بن گیا ہے شاید کہ لوگ صحراء کی بدویانہ زندگی سے تنگ آچکے تھے اور انصاف اور مساوات پر مبنی معاشرے میں پرامن زندگی گزارنے کے خواہاں تھے۔ عرب کی مرقوم تاریخ ہمیں کئی عجیب وغریب معلومات فراہم کرتی ہے جس کو بیان کرنے کے لئے کئی دفاتر درکار ہیں۔ اس کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء ہی سے لوگوں کی نگاہوں میں بیت اللہ کی بڑی قدرو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

منزلت تھی۔ اس تاریخ کے بارے میں محققین کی رائے خواہ کچھ بھی ہو، بہر حال ہمیں قبل از اسلام عرب کی تاریخ جاننے کے لئے انہی مصادر و مراجع پر اعتماد کرنا پڑتا ہے کیونکہ ان منقولہ روایات کے علاوہ عہد قدیم کی تاریخ کے بارے میں ہمارے پاس کوئی تاریخی مصدر و ماخذ نہیں۔ انہی آثار و شواہد کی روشنی میں ہم ان انقلابات کا مطالعہ کر سکتے ہیں، جن سے مکہ کا معاشرہ گزرتا رہا۔ اسی فضاء اور ماحول سے ہمیں ان اسباب و علل کا علم ہو سکتا ہے جن سے اس ماں کی شخصیت متاثر ہوئی جس نے خیر البشر کو جنم دیا۔

مکہ کی دینی تاریخ کب شروع ہوئی؟

بعض مورخین یہ سلسلہ شیث بن آدم سے جوڑتے ہیں لیکن تاریخ کے اس پہلے دور کے ذکر سے ہماری کتب خالی ہیں۔ ہمیں تو صرف یہ معلوم ہے کہ یہ ابتداء میں صحراء سفر کرنے والے قافلوں کے لئے ایک سرائے کی حیثیت رکھتا تھا پھر اس کو شمال و جنوب کے درمیان تجارتی منڈی کا مقام حاصل ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں آنے سے پہلے یہ عبادت گاہ کا درجہ حاصل کر چکا تھا۔ طوفان نوح سے پہلے یہ عبادت بت پرستی میں بدل گئی تھی اور اس طرح اس بت پرستی نے اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ گھر کو آلودہ کر دیا۔ قرآن کریم کی بعض آیات اور بعض روایات بھی اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (آل عمران:۹۵)

"بے شک پہلا عبادت خانہ جو بنایا گیا لوگوں کے لئے وہی ہے جو مکہ میں ہے، بڑا برکت والا اور ہدایت کا (سرچشمہ) ہے سب جہانوں کے لئے۔"

قرآن پاک نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور اس کے اصنام کا ذکر بھی کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (نوح:۲۳)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"اور رئیسوں نے کہا (اے لوگو! نوح کے کہنے پر) ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور (خاص طور پر) ود اور سواع کو اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو۔"

یہ وہ بت ہیں جن کی پوجا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کرتی تھی۔ پھر یہی نام زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے بتوں کی طرف منسوب ہو گئے (1)۔

پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر آتے ہیں اور یہاں سے مکہ، بیت اللہ اور اہل عرب کی تاریخ کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس بے آب و گیاہ وادی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ سے التجاء کرتے ہیں کہ اے اللہ! لوگوں کے دلوں کو میری ذریت کی طرف مائل کر دے جس کو میں نے تیرے معظم و مکرم گھر کے قریب چٹیل وادی میں آباد کیا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی اور کعبہ کی تعمیر کا بھی ذکر کیا ہے۔ بیت اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کو حج کی دعوت دیتے ہیں اسی زمانہ قدیم سے "لبیك اللهم لبيك" کا جانفزا ترانہ گونج رہا ہے۔ یہ ترانہ سن کر مکہ کی وادی اور پہاڑوں پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ صحراء نشین، اکھڑ مزاج بدوؤں کے سر بھی خشوع سے جھک جاتے ہیں۔

ہمارے قدیم مؤرخین نے مکہ کی عظمت و رفعت، عزت و حرمت کی تاریخ کوئی مجلدات میں مدون کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ بنوجرہم، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے ماموں ہیں، بیت اللہ شریف کے متولی تھے۔ جب مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو وہ مکہ کی تولیت کی ذمہ داری مکمل طور پر بنوجرہم کے سپرد کر کے خود چلے گئے۔ ان کے پیش نظر دو مقصد تھے۔ ایک اپنی قرابتداری کا پاس، دوسرا مکہ کی عزت و حرمت کا احساس وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس سرزمین میں کوئی فتنہ و فساد ہو۔ جب بنوجرہم کے پاس یہ اختیار آیا تو وہ ظلم و بربریت پر اتر آئے اور وہ تمام مال ہڑپ

1۔ ابن کلبی، الاصنام: 13/6

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر جاتے جو لوگ بیت اللہ شریف کے لئے نذرانہ و ہدیہ کے طور پر دیتے تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

''مکہ میں ظلم اور سرکشی کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو کوئی سرکشی کرتا ہے مکہ اسے نکال باہر کرتا ہے۔ جس بادشاہ نے بھی اس کی بے حرمتی کا ارادہ کیا وہ ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام ''بکہ'' اسی لئے رکھا گیا کہ اس نے بڑے بڑے جابروں کی گردنیں توڑ کر رکھ دیں۔ اسی طرح بنو جرہم کے جابروں کو بھی ذلیل و رسوا کر کے یہاں سے نکال دیا گیا۔''(1)

روایات میں آتا ہے کہ تبع حمیری جب یمن جاتے ہوئے مکہ کے قریب سے گزرا تو ہذیل بن مدرکہ بن الیاس کے کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے، اے بادشاہ! کیا ہم تمہیں ایسے گھر کے بارے میں نہ بتائیں جس میں موتی، زمرد، یاقوت اور سونے چاندی کے ڈھیر ہیں۔ اس نے کہا، ہاں بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ مکہ میں ایک گھر ہے۔ جہاں لوگ عبادت کرتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ تبع کو ہلاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ جو کوئی بھی بری نیت سے بیت اللہ کا قصد کرتا ہے، ہلاک ہو جاتا ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

جب تبع بیت اللہ شریف پر حملہ کے ارادہ سے نکلا تو اسے ایک ایسا مرض لاحق ہو گیا جس سے اس کا سر پیپ اور آبلوں سے بھر گیا۔ اس سے اتنی بدبو آتی تھی کہ کوئی شخص اس کے قریب نہیں ٹھہرتا تھا۔ بعض کہتے ہیں ایک ایسی ہوا چلی جس سے اس کے ہاتھ پاؤں سوج گئے۔ اس آندھی کی وجہ سے تاریکی چھا گئی۔ اس نے شاہی طبیبوں کو بلایا اور اپنی بیماری کے بارے میں پوچھا۔ وہ اس کی بیماری کو دیکھ کر ڈر گئے اور اس کا علاج نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ دو یہودی عالم اس کے پاس آئے اور اسے پوچھا، شاید تم نے بیت اللہ کی بے حرمتی کی ہے۔ اس نے کہا، ہاں۔ میں اسے گرانا چاہتا تھا کیونکہ مجھے بنو ہذیل کے کچھ لوگوں نے اس میں ہیرے جواہرات کے

1۔ ابن ہشام، سیرت نبویہ: 1/ 120، نہایۃ الارب: 16/ 24

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بارے میں بتایا تھا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ یہ لوگ تمہیں اور تمہارے لشکر کو ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ ہمارے علم کے مطابق اس روئے زمین میں اس گھر کے علاوہ اور کوئی گھر نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے خاص کیا ہو۔ اگر تو اپنے ارادہ سے باز نہ آیا تو تو اور تیرا لشکر ہلاک ہو جائے گا۔ انہوں نے اسے نصیحت کی کہ جاؤ اور دوسرے لوگوں کی طرح اس کا طواف کرو، اس کی عزت وتکریم بجالاؤ اور وہاں عاجزی وانکساری سے دعا کرو۔

بادشاہ پر ان کی باتوں کا اثر ہوا۔ اس نے بنو ہذیل کے ان لوگوں کو پکڑا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم دیا پھر بیت اللہ شریف حاضری دی، اس کا طواف کیا، وہاں قربانی کی اور اپنا سر منڈایا۔ وہ چھ روز تک وہاں مقیم رہا۔ ہر روز اہل مکہ کے لئے جانور ذبح کرتا، شہد سے ان کی تواضع کرتا اور پھر بیت اللہ پر بڑا خوبصورت غلاف چڑھایا۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی اس تعظیم وتکریم کی برکت سے اسے بیماری سے نجات مل گئی اور وہ شفایاب ہو گیا۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ

''اور جو ارادہ کرے اس میں زیادتی کا ناحق، تو ہم اسے چکھائیں گے دردناک عذاب۔'' (حج:۲۵)

پھر امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے تبع کے کچھ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

''ہم نے اللہ تعالیٰ کے معظم گھر پر یمنی چادروں کا خوبصورت غلاف چڑھایا ہے۔

ہم نے اس گھاٹ میں چھ ہزار جانور ذبح کئے۔ تو لوگوں کو ان جانوروں کی طرف آتے ہوئے دیکھے گا۔

پھر ہم اس گھر سے سہیل کا قصد کرتے ہوئے نکلے اور ہم نے اپنے باندھے ہوئے جھنڈے کو بلند کیا۔''

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بعد میں ہم ہاتھی والوں کا قصہ بھی ذکر کریں گے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک و برباد کر دیا اور یہ واقعہ اسی سال کا ہے جس سال حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ لوگوں کے دلوں میں بیت اللہ شریف کی عزت و حرمت کا اندازہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایات سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ اِساف اور نائلہ (دور جاہلیت کے دو بت) بنو جرہم کے ایک مرد اور عورت تھے۔ انہوں نے بیت اللہ میں بدکاری کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے پتھر کا بنا دیا۔

اس روایت کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت نبویہ میں، ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے الأصنام میں اور یاقوت حموی نے معجم میں ذکر کیا ہے۔

بیت اللہ شریف کی عظمت کا اندازہ ابن ہشام کی اس روایت سے بھی ہوتا ہے کہ ابتداء میں اہل مکہ میں پتھروں کی پرستش کا رواج اس طرح ہوا کہ جب کوئی مکی کوچ کر کے کسی دوسرے علاقہ میں آباد ہوتا تو بیت اللہ کے متبرک ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی پتھر اپنے ساتھ لے جاتا پھر وہاں بیت اللہ کے طواف کی طرح اس کا طواف کرتا۔

بیت اللہ کی خدمت ان کے نزدیک ایک گرانقدر سعادت تھی۔ ماں باپ زمانۂ قدیم سے ہی اپنے جگر گوشوں کو کعبہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا کرتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ بنو جرہم کی ایک عورت کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے بچہ دیا تو میں اسے کعبہ کی خدمت کے لئے وقف کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بچہ عطا کیا۔ اس کا نام غوث بن مر رکھا گیا۔ یہ اپنے ننھیال کے ساتھ کعبہ کی خدمت کرتا تھا۔ عورت نے کہا:

> "اے پروردگار! میں نے اپنے بیٹے کو اس عظمت والے کعبہ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ میرے لئے اس مقصد میں برکت عطا فرما اور اسے تمام مخلوق سے نیک بنا دے۔"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک بیت اللہ شریف کی کتنی عظمت وحرمت تھی اور اس کی خدمت کی کتنی قدر ومنزلت تھی۔ بسا اوقات اس شرف کے حصول میں جنگ کی نوبت آ جاتی۔ بنوخزاعہ نے بنوجرہم سے جنگ کر کے انہیں مکہ سے نکال دیا اور بیت اللہ کی تولیت ان کے پاس آ گئی اور یہ تولیت ان میں وراثتاً ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ ان سے قصی بن مرہ بن کعب نے یہ تولیت حاصل کی۔ قصی کے باپ کلاب ان کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ ان کی ماں فاطمہ بنت سعد ازدیہ نے ربیعہ بن حرام سے نکاح کر لیا اور وہ انہیں اپنے ساتھ لے گئی جبکہ قصی کا بھائی زہرہ بن کلاب مکہ ہی میں رہ گیا، جو اس وقت جوان تھا۔

قصی اپنے وطن سے دور بنوقضاعہ میں پروان چڑھے۔ وہ یہی جانتے تھے کہ وہ اپنی ماں کے شوہر ربیعہ کے بیٹے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک دن بنوقضاعہ کے ایک آدمی کے ساتھ ان کا جھگڑا ہو گیا۔ اس نے ان کو عار دلاتے ہوئے کہا کہ تم تو ہمارے قبیلہ سے ہی نہیں ہو۔ وہ پریشانی کے عالم میں اپنی ماں کے پاس آئے اور ان سے اپنے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا، ہاں۔ اس نے سچ کہا ہے، تم ان کے قبیلہ سے نہیں ہو لیکن تمہارا قبیلہ ان کے قبیلہ سے بہتر اور تمہارے آباء واجداد ان کے آباء واجداد سے افضل ہیں۔ تم قریشی ہو تمہارا بھائی زہرہ اور تمہارے چچا مکہ میں ہیں اور وہ اللہ کے گھر کے مجاور ہیں۔ وہ مکہ میں چلے آئے اور یہاں کثیر العیال اور کثیر المال ہوئے بڑی عظمت وشرافت کے مالک بنے۔ انہوں نے سوچا کہ وہ بنوخزاعہ اور بنوبکر سے بڑھ کر کعبہ کی تولیت کے مستحق ہیں کیونکہ آپ قریشی تھے اور قریشی ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خالصۃً اولاد اور نسل تھے۔

اس طرح قریش اور ان کے حلیف قبائل ایک طرف ہو گئے اور بنوخزاعہ اور بنوبکر دوسری طرف۔ ان کے درمیان ایک خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ جب جنگ سے کوئی فیصلہ نہ ہوا تو انہوں نے صلح کرنے کے لئے یعمر بن عوف بکری کو ثالث بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ بنوخزاعہ کی نسبت قصی ہی کعبہ کی تولیت کا زیادہ حقدار ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مؤرخین لکھتے ہیں جب قصی نے کعبہ کی تولیت کی ذمہ داری سنبھالی تو کعبہ کی عظمت و رفعت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ جس کے سامنے بنوخزاعہ اور بنو بکر کے ادوار طاق نسیان میں چلے۔ آپ نے کئی دینی مناصب کی بنیاد رکھی۔ حجابہ، سقایہ، رفادہ، ندوہ اور لواء کے جملہ اعزازات آپ کی شخصیت میں مجتمع ہو گئے۔ اس طرح آپ کو مکہ میں بڑا امتیاز مقام حاصل ہو گیا۔ اس شرف میں آپ کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ آپ کی قوم آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے حکم کو قانون کا درجہ دیتی تھی۔ جس پر عمل کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔

آپ نے دارالندوہ کے نام سے ایک وسیع عمارت تعمیر کروائی جس کا دروازہ حرم شریف میں کھلتا تھا۔ اس میں قریش اپنے اختلافی اور انتزاعی معاملات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔

جب ان کی عمر بہت زیادہ ہو گئی تو انہیں اس بات سے بڑی تکلیف ہوئی کہ ان کا بڑا بیٹا عبدالدار اپنی قوم میں وہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر سکا جو ان کے چھوٹے بیٹے عبد مناف کو حاصل تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے عبدالدار کو کہا، ''اے بیٹا! قسم بخدا میں تمہیں تمہارے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ملا دوں گا اگرچہ عزت و شرافت کے لحاظ سے وہ تجھ پر فوقیت رکھتے ہیں۔'' پھر انہوں نے اپنے تمام اعزازات اپنے اس بیٹے کو سپرد کر دیئے (1)۔ قصی کے وصال کے بعد قریش کچھ عرصہ اس حکم پر کاربند رہے۔ حتیٰ کہ عبد مناف کے بیٹوں عبد الشمس، ہاشم، مطلب اور نوفل نے عبدالدار کے بیٹوں سے یہ اختیار چھیننے کا ارادہ کیا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنی شرافت اور فضیلت کے باعث اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس وجہ سے قریش میں اختلاف پڑ گیا اور وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ مگر بعد میں ان میں اس بات پر صلح ہو گئی کہ وہ ان اعزازات کو آپس میں تقسیم کر لیں۔ اس طرح حجابت، لواء اور ندوہ کے اعزازات بنی عبدالدار

1۔ یہ صحیح نہیں۔ حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ضیاء النبی میں امام محمد بن یوسف الصالحی، صاحب سبل الہدیٰ کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ''میرے خیال میں یہی قول صحیح ہے کیونکہ قصی جیسے زیرک اور فرزانہ صفت سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ سارے مناصب ایک بیٹے کو دے دیں اور باقی سب کو محروم کر دیں۔ (ضیاء النبی: 1/ 432) (القادری)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے حصہ میں آئے اور سقایہ اور رفادہ کے مناصب بنی عبد مناف کو مل گئے۔

ان مناصب میں سے بعض تو ابتداء ہی سے چلے آرہے تھے اور بعض کی بنیاد قصی نے رکھی تھی۔ عرب معاشرہ میں ان مناصب کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جسے یہ منصب حاصل ہوتا اسے بڑا معزز خیال کیا جاتا۔ عرب شعراء نے اپنے قصائد میں ان پر فخر کا اظہار کیا ہے۔ اوس بن تمیم الساعدی کی قوم کو میدان عرفات میں حاجیوں کو گزارنے کا منصب حاصل تھا۔ وہ اس پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''لوگ جب حج کرنے کے لئے آتے ہیں۔ میدان عرفات میں ہی ٹھہرے رہتے ہیں یہاں تک کہ آل سفیان کو کہا جاتا ہے کہ انہیں پار لگاؤ۔

یہ ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد ہمارے پہلے بزرگوں نے رکھی اور وہ عرصہ دراز سے بعد میں آنے والوں کو اس کا وارث بنا رہے ہیں۔''

عمیر بن قیس کی قوم کو عربی مہینوں کو مقدم و مؤخر کرنے کا اعزاز حاصل تھا۔ وہ اس پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے:

''قبیلہ معد جانتا ہے کہ میری قوم تمام لوگوں میں معزز ہے۔

کونسے لوگ ہیں جن سے ہم نے انتقام نہیں لیا اور کتنے لوگ ہیں جن کے منہ کو ہم نے لگام نہیں دی۔

کیا ہم ہی قبیلہ معد کے لئے حلال مہینوں کو مؤخر نہیں کرتے ہیں اور انہیں حرام بنا دیتے ہیں۔''

زمانہ جاہلیت میں کچھ مہینوں کو انتہائی محترم سمجھا جاتا تھا۔ جن میں کسی قسم کی جنگ اور قتل جائز نہیں ہوتا تھا۔ جب ان میں سے کسی مہینہ میں جنگ وجدل مقصود ہوتی تو یہ لوگ اس مہینہ کو مؤخر کر دیتے۔ جب سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی اس وقت سے مکہ میں رسم ورواج اور مناسک حج مقرر تھے۔ ارشاد باری ہے:

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

"اے ہمارے رب! بنا دے ہم کو فرمانبردار اپنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرمانبردار ہو اور بتا دے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر (اپنی رحمت سے) بے شک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا، ہمیشہ رحم فرمانے والا۔" (البقرہ:۱۲۸)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا (الحج:۳۶)

اور قربانی کے فربہ جانوروں کو ہم نے بنایا ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے، تمہارے لئے اس میں بھلائی ہے۔ پس لو اللہ کا نام ان پر۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ لوگ بیت اللہ کے پتھروں کی کتنی تعظیم کرتے تھے۔ جب سفر پر جاتے تو پتھر ساتھ لے جاتے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آنے والی نسلیں اس حقیقت کو بھول گئیں اور وہ پتھروں کی پوجا کرنے لگے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کی کچھ یادیں محفوظ تھیں۔ یہ لوگ بیت اللہ شریف کی تعظیم کرتے، اس کا طواف کرتے، حج اور عمرہ کرتے، قربانی کرتے، اور حج کا احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھتے۔

مکہ عرصہ دراز سے اہل عرب کا قبلہ اور ان کے دلوں کا مرکز تھا۔ روئے زمین کا کوئی ٹکڑا اس کی ہمسری کی طمع کرتا یا اس کی عظمت کو چھیننے کے درپے ہوتا تو وہ اسی حسرت میں تباہ ہو جاتا۔

جزیرہ عرب اور اس کے اطراف کے جن لوگوں نے بیت اللہ کا مقابل لانے کی کوشش کی ان کی داستانیں تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ تاریخ میں اس محل کا ذکر بھی موجود ہے جو اہل غسان نے حیرہ میں تعمیر کیا اور اس کے علاوہ اس کنیسہ کا ذکر بھی ملتا ہے جسے ابرہہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اشرم نے یمن کے دارالحکومت صنعاء میں تعمیر کرایا تاکہ مکہ کا قصد کرنے والوں کو اس طرف متوجہ کیا جا سکے۔ اس کی تعمیر میں اس نے خوبصورت سنگ مرمر اور سونے کے پتھروں کا استعمال کیا اور یہ چیزیں اس نے ملکہ بلقیس کے محل سے حاصل کیں جو کنیسہ سے کچھ فرلانگ کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس میں اس نے سونے اور چاندی کی صلیبیں معلق کیں۔ آبنوس کی لکڑی اور ہاتھی کے دانت سے منبر بنوائے۔(1)

اس کی تعمیر مکمل کرنے کے بعد اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف خط لکھا کہ میں نے آپ کے لئے ایک ایسا کنیسہ تعمیر کروایا ہے۔ جس جیسا پہلے کسی بادشاہ نے تعمیر نہیں کرایا۔ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ مکہ کے حجاج کو اس کی طرف متوجہ کروں۔

لیکن ابرہہ اس مقصد کو حاصل کئے بغیر ہی نامراد اس دنیا سے نیست و نابود ہو گیا۔ جبکہ حجاج کرام کے دل میں بیت اللہ کی عظمت پہلے سے بھی زیادہ ہو گئی۔ یہ پہلے ہی کی طرح لوگوں کے لئے پناہ گاہ، عبادت گزاروں اور حجاج کرام کا قبلہ رہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مظہر اور آپ کی نداء مقام رہا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

"اور اعلان عام کر دو لوگوں میں حج کا وہ آئیں گے آپ کے پاس پاپیادہ اور ہر دبلی اونٹنی پر سوار ہو کر جو آتی ہیں ہر دور دراز راستے سے۔" (حج:۲۷)

کعبہ شریف کو جو عظمت و شرافت حاصل ہے۔ اس کے سامنے پوری دنیا سرنگوں رہے گی۔ اس کے علاوہ اگرچہ دنیا میں بڑے بڑے شہر ہیں اور ایسے صدر مقام ہیں جو انتہائی خوبصورت اور سرسبز و شاداب ہیں۔ مکہ ایک بے آب و گیاہ اور چٹیل وادی کے ایک چھوٹے سے میدان میں واقع ہے۔ بیسویں صدی کے ایک مستشرق نے اپنے الفاظ میں اس کی اس

1۔ الروض الانف:1/صفحہ 30

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرح منظر کشی کی ہے:

"مکہ صحرا کے درمیان ایک ایسی بے آب و گیاہ وادی میں ایسے دو پہاڑی سلسلوں کے وسط میں واقع ہے جو اسے چاروں اطراف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ پہاڑوں میں گھرا ہونے کی وجہ سے یہ شہر حاجی کو اس وقت تک نظر نہیں آتا۔ جب تک وہ اس کے اندر داخل نہ ہو جائے۔ یہ میلوں تک پھیلی ہوئی سیاہ رنگوں کی چٹانوں والے ٹیلوں کے درمیان واقع ہے۔ دیکھنے والا یوں محسوس کرتا ہے کہ یہ بے آب و گیاہ ٹیلے کبھی ختم نہیں ہوں گے اور نہ ہی وہ صحرا ختم ہونے والا ہے جو اس کے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ جس کی روشنی آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے۔ اس ہلاکت خیز گرمی سے ایک لمحہ کے لئے بھی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے گرم سنگریزوں اور ٹھوس چٹانوں سے بخارات آسمان کی طرف اٹھتے ہیں جو ایسا جلتا ہوا کوئلہ محسوس ہوتے ہیں جس کا دھواں آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے۔ اگر ہم کیکر کے پھیلے ہوئے چند درختوں سے صرف نظر کریں تو ہمیں اس صحرا میں زندگی کے آثار ناپید نظر آتے ہیں۔ مکمل وحشت اور خاموشی طاری ہے۔ صرف بادصرصر کی سی چلتی ہوئی ہوا کی ایک گونج سنائی دیتی ہے۔ صحرا میں چلتے ہوئے مسافر کو سراب دھوکہ میں ڈال دیتا ہے۔ کچھ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کھجوروں کے درخت یا گھنے باغوں کا سایہ ہے۔ لیکن حقیقت میں نہ تو وہاں کوئی کھجور ہے اور نہ کسی باغ کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس مقدس شہر میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔ سورج کی جھلسا دینے والی تپش سے صرف رات ہی کو سکون حاصل ہوتا ہے۔" (1)

مکہ اور بیت اللہ کے بارے میں ہماری گفتگو طوالت اختیار کر گئی ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اسی مقدس فضا اور ماحول میں ہی اس عظیم عورت نے آنکھیں کھولیں جس کو تاریخ میں اُم النبی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی رسول عربی کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کی جائے پیدائش ہے جو مکہ میں مبعوث ہوئے۔ آپ کی بعثت نے مکہ کی عزت و

1۔ بودلی، "الرسول" (عربی ترجمہ از سمار)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حرمت کو چار چاند لگا دیئے۔ اسلام نے اس کعبہ شریف کو قبلہ بنانے کا حکم دیا جہاں حضرت خلیل علیہ السلام عبادت کیا کرتے تھے۔ اب مسلمان جہاں کہیں بھی ہوا سے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

ہاں یہی مکہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا شہر، ان کے فرزند ارجمند کا گھوارہ، آپ ﷺ کے آباؤ اجداد کی قرارگاہ اور آپ ﷺ کی جائے بعثت اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کا قبلہ ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بنوزہرہ

"اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ ہر آلائش سے پاک کرکے، ہر آلودگی سے صاف کرکے جہاں کہیں دو شاخیں پھوٹیں وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل کیا جو دوسری سے بہتر تھی۔" (حدیث نبوی)

تقریباً چھٹی صدی عیسوی کے نصف کے ایک مبارک دن میں، جس کا تاریخ نے تعین نہیں کیا، ایک معزز خاندان کی عورت نے ایک نور کا مشاہدہ کیا۔ اس خاندان کا تعلق اس قبیلہ سے تھا جسے اس سرزمین میں بڑی شان و شوکت حاصل تھی۔ اس قبیلہ پر کئی ایک اہم دینی مناصب کو سرانجام دینے کی ذمہ داری تھی۔ یہ خاندان زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی کے نام سے موسوم تھا۔ جو ابوزہرہ کی کنیت سے مشہور تھے۔ یہ زہرہ قصی کا بھائی تھے۔ جب تک زندہ رہے، مکہ پر حکمرانی کرتے رہے اور اپنے وصال کے بعد یہ حکمرانی میراث کے طور پر قریش کے لئے چھوڑ گئے اور یہ ایک ایسی عظمت اور شرف تھا جس میں کوئی دوسرا قبیلہ قریش کے ساتھ شریک نہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ کلاب کے انہی دو بیٹوں قصی اور زہرہ کی نسل میں پیدا ہوئے جنہوں نے مکہ کو ابدی عزت اور حرمت عطا کی۔

زہرہ اور قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعد بن سہل ہیں جن کا تعلق بنی جدرہ سے تھا۔ وہ اپنے دادا عامر بن عمرو الازدی کی وجہ سے اس لقب سے موسوم ہوئے کیونکہ ایک دفعہ مکہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے بیت اللہ کی ایک دیوار گر گئی۔ یہ دیکھ کر قریش گھبرا گئے کہ اگر ایک اور سیلاب آ گیا تو ان کی عظمت و عزت کو بہا کر لے جائے گا تو اس وقت عامر نے اس دیوار

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کو تعمیر کر دیا۔ جس کی وجہ سے ان کا نام جادر مشہور ہو گیا اور ان کی اولاد نے بنی جدرہ کے نام سے شہرت پائی۔ سعد بن سہل کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

"ہم نہیں جانتے کہ سعد بن سہل سے بڑھ کر کوئی بہادر ہو جو مشکل میں مضبوط اور قوی ثابت ہوا ہو۔ جب حریف مقابلہ کے لئے سامنے آئے۔
اور نہ ایسا شہسوار دیکھا ہے جو گھوڑوں کے پیچھے ایسے چلتا ہے جیسے شکرا تیتر کے پیچھے چلتا ہے۔"(1)

بنو زہرہ کے بنو عبد مناف کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ جبکہ ان کے بھائی بنو عبدالدار کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قصی جب بوڑھے ہو گئے تو انہیں اس بات کا بڑا افسوس تھا کہ ان کا بڑا بیٹا اس عزت و شرف کا حامل نہیں جیسا ان کا چھوٹا بیٹا مناف حامل ہے۔ لیکن قصی نے اپنے بیٹے سے کہا کہ:

"میں تمہیں بھائیوں کے ساتھ ملا دوں گا۔ ان میں کوئی بھی کعبہ میں داخل نہیں ہو گا جب تک تو دروازہ نہیں کھولے گا۔ جنگ کے موقع پر قریش کا جھنڈا تیرے ہاتھ میں ہو گا۔ مکہ میں کوئی بھی تیرے سقایہ کے علاوہ پانی نہیں پی سکے گا۔ موسمِ حج میں حاجی تیرا ہی کھانا کھائیں گے۔ تمام امور میں فیصلے تیرے گھر میں ہوں گے۔"(2)

قریش نے کچھ عرصہ تک تو اس وصیت پر عمل کیا۔ پھر بعد میں عبد شمس، ہاشم، مطلب اور نوفل نے بنو عبدار سے ان مناصب کو لینے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ انہیں ان پر ہر طرح سے شرف و فضل حاصل تھا۔ اس وقت قریش میں اختلاف ہو گیا۔ ان کا خیال تھا کہ ان مناصب کے حقدار بنو عبد مناف ہیں جو قوم میں معزز و مکرم تھے۔ کچھ لوگ بنو عبدالدار کے حق میں تھے۔ ان کا خیال تھا کہ چونکہ قصی نے انہیں یہ اعزازات بخشے ہیں اس لئے انہیں ان سے نہیں چھیننا چاہئے۔

ہر فریق نے پختہ عہد کیا کہ وہ اپنے اپنے حلیف کی ہر صورت مدد کریں گے۔ بنو عبد مناف کی عورتیں خوشبو سے بھرا ہوا ایک پیالہ لائیں اور اسے بیت اللہ کے قریب اپنے

1۔ سیرت ابن ہشام:1/110۔ 2۔ یہ مصنفہ کی اپنی رائے ہے۔ وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ القادری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حلیفوں کے سامنے رکھ دیا۔ ان لوگوں نے خوشبو میں ہاتھ ڈبو کر اور کعبہ کی دیواروں سے چھو کر عہد کو پختہ کیا۔ اس لئے انہیں متطیبین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی دن بنوعبدالدار اور ان کے حلیفوں نے بیت اللہ کے قریب حلف اٹھایا اور انہیں احلاف کہا جاتا ہے۔

اس عہد میں بنوزہرہ بنوعبد مناف کے ساتھ تھے۔ ہر دو فریق نے دیگر خاندانوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا۔ بنوزہرہ نے بنوجمح کو اپنے ساتھ ملایا۔

جس طرح بنوزہرہ کے گھر بنوعبد مناف کے ساتھ ایک دوسرے سے پیوست تھے اسی طرح وہ حلف میں ایک دوسرے سے پیوست تھے۔ جب قریش نے کعبہ کی اطراف کو آپس میں تقسیم کیا تو بابِ کعبہ کی طرف بنوعبد مناف کے حصہ میں آئی۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کی جگہ بنومخزوم اور ان کے حلیف قبائل کے حصہ میں آئی۔ بنوجمح اور بنوسہم کو کعبہ کی پشت والا حصہ ملا۔ حطیم والی طرف بنوعبدالدار کے حصہ میں آئی۔

بعثت نبوی سے تقریباً بیس سال پہلے جب قریشی قبائل نے حلف الفضول کی دعوت دی تو بنوزہرہ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تاریخ عرب میں یہ بڑا قابل قدر اور عظیم معاہدہ تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ زبید کا رہنے والا ایک شخص تجارتی سامان لیکر مکہ آیا۔ عاص بن وائل نے اس سے یہ مال خریدا۔ یہ مکہ کے ایک قبیلہ کا رئیس تھا۔ اس نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔ زبیدی نے اَحلاف یعنی بنوعبدالدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی بن کعب سے عاص کی شکایت کی۔ انہوں نے اس کی مدد کرنے کی بجائے اسے جھڑک دیا۔ اس نے ان سے مایوس ہو کر ایک حیلہ کیا طلوع آفتاب کے بعد جب قریش حرم کعبہ میں حسب معمول اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے، وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے فریاد کی۔

"اے فہر کی اولاد! اس مظلوم کی فریاد سنو۔ جس کا مال و متاع مکہ میں ظلماً چھین لیا گیا۔ وہ غریب الدیار ہے، اپنے ہم وطنوں سے دور ہے۔

وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اے مکہ کے رئیسو! میری فریاد سنو، مجھ پر حطیم اور حجر اسود کے درمیان ظلم کیا گیا۔
عزت وحرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو، جو فاجر اور دھوکہ باز ہو اس کے لباس کی تو کوئی حرمت نہیں۔"

اس کی فریاد سن کر صرف زبیر بن عبدالمطلب اٹھے اور بلند آواز سے اعلان کیا کہ اس کی فریاد کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم بن مرہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے۔ یہ عبداللہ بن جدعان سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا چچازاد تھا۔ اس نے ان کی پر تکلف دعوت کی۔ دعوت کے بعد انہوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ مظلوم خواہ مکہ کا ہو یا باہر کا، اس کی مدد کی جائے گی۔ اور ظالم سے مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے گا۔ اس طرح انہوں نے عاص بن وائل سے زبیدی کا مال واپس دلوایا۔

حضرت طلحہ بن عبداللہ زہری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں عبداللہ بن جدعان کے گھر حاضر تھا جب حلف الفضول طے پائی۔ اس کے بدلہ میں اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تو میں لینے کے لئے تیار نہیں ہوں گا۔ اس قسم کے معاہدہ کی دعوت اگر کوئی اسلام میں بھی مجھے دے تو میں اسے قبول کروں گا۔"

حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کا تعلق اسی معزز خاندان سے تھا جن کے زمانہ قدیم سے بنو عبد مناف کے ساتھ اچھے روابط چلے آرہے تھے۔ نمایاں اور قابل فخر سرگرمیوں میں یہ قریش کے ساتھ برابر کا شریک رہے۔ یہ حلف الفضول اور حلف المطیبین، دونوں میں بنو ہاشم کے ساتھ تھے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دادا کا نام عبد مناف بن زہرہ تھا۔ ان کے نام کو ان کے چچازاد کے نام عبد مناف بن قصی کے ساتھ ملا کر دونوں کو منافان کہا جاتا تھا۔ (1)

آپ کے والد وہب بن عبد مناف شرافت اور فطری قابلیت کی بناء پر بنو زہرہ کے سردار تھے۔ انہی کے بارے میں شاعر کہتا ہے:

"اے وہب! اے ماجد بن زہرہ کے بیٹے! تم اپنے پاکیزہ حسب ونسب اور نیک ماں

1۔ جمہرۃ الانساب:12

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کی وجہ سے بنو کلاب بن مرہ کے سردار بن گئے۔"

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا اپنی والدہ کی جہت سے نسب بھی کم عزت والا نہیں۔ آپ کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب تھا۔ آپ کی نانی ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھی۔ آپ کی پرنانی برہ بنت عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر تھی۔ یہ وہ رفیع الشان اور جلیل القدر خاندان ہے جس نے سیدہ آمنہ جیسی ہستی کو جنم دیا تاکہ وہ مامتا جیسے گرانقدر فریضہ کو سرانجام دینے کے قابل ہو سکیں۔

یہ عظمت اور رفعت آپ کے والد کو ورثہ میں ملی۔ آپ منافان یعنی عبد مناف بن قصی اور عبد مناف بن زہرہ کی عزت و عظمت کے وارث تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے نسب پر فخر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ ہر آلائش سے پاک کر کے ہر آلودگی سے صاف کر کے، جہاں کہیں دو شاخیں پھوٹیں وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل کیا جو سب سے بہتر تھی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے "لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ" کو انفسَکم پڑھا اور پھر ارشاد فرمایا کہ:

"میں حسب و نسب اور سسرال کے اعتبار سے تم میں سب سے زیادہ نفیس اور کریم ہوں۔"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب سوم

زہرہ قریش

بنو زہرہ کی کلی

بنو ہاشم کا گل سرسبد

شادی

بشارت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بنوزہرہ کی دوشیزہ کلی

شادی کے روز قریش کی عورتوں میں حسب ونسب کے اعتبار سے سب سے افضل حضرت آمنہ تھیں۔ (ابن اسحاق)

آپ کا بچپن بڑا پاکیزہ اور بے داغ تھا۔ آپ اعلیٰ حسب ونسب کی مالک تھیں اور یہی چیز اس وقت معاشرہ میں قابل فخر سمجھی جاتی تھی۔ آپ گلستان قریش کی کلی اور بنوزہرہ کی بیٹی تھیں۔ آپ ہمہ وقت پردہ میں رہتی تھیں۔ اسی لئے مؤرخین نے آپ کے سراپا کو بیان نہیں کیا۔ انہوں نے اتنا بیان کیا ہے کہ جس وقت آپ کی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب سے منگنی ہوئی تو اس وقت آپ قریشی عورتوں میں سب سے افضل خاتون تھیں۔ (1)

اس پردہ داری کے باوجود آپ کی پاکیزہ سیرت وکردار کی خوشبو پورے مکہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ بہت سے نوجوان آپ کے گھر منگنی کا پیغام بھیجنے کے ارمان اپنے دلوں میں لئے ہوئے تھے۔ یہ نوجوان ان بازاری عورتوں سے بیزار تھے جن کا مکہ میں جواء اور شراب کی مجالس قائم کرنے میں اہم کردار تھا۔ ان میں بعض عورتیں ایسی بھی تھیں جو مختلف حیلے بہانوں سے تاجروں اور جواریوں سے مال ہتھیانے میں بڑی مہارت رکھتی تھیں۔ ان کی طبیعت اور فطرت پر دولت کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ منڈی کے اتار وچڑھاؤ کے ساتھ ان کی محبت اور جذبات کی قیمت میں بھی کمی وبیشی آجاتی تھی۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی بچپن میں اپنے چچازاد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے کچھ جان پہچان تھی۔ چونکہ ہاشمی گھرانے کا بنوزہرہ کے ساتھ بہت قریبی تعلق تھا۔ قصی اور زہرہ کے زمانے سے ہی یہ دونوں خاندان انس ومحبت کی ایک ایسی مضبوط زنجیر

1۔ سیرت ابن ہشام:1 /156

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں پروئے چلے آ رہے تھے جسے زمانہ کی گردش توڑنے سے قاصر رہی۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پردہ کے زمانہ سے بہت پہلے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے شناسا تھیں۔ بچپن کے معصوم اور پاکیزہ زمانہ میں دونوں آپس میں ضرور ملتے ہوں گے۔ اسی طرح قبیلہ کی مجالس ومحافل میں کبھی کبھار میل ہوا ہوگا کیونکہ عبدالمطلب بنو ہاشم کے اور وہب بنو زہرہ کے سردار تھے۔ قریش کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو یہ دونوں سردار باہمی مشورہ کے لئے اکٹھے ہوتے تھے۔

جب آپ نے شباب کی دہلیز پر قدم مبارک رکھا تو آپ پردہ کرنے لگیں کیونکہ اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شباب کے زینے پر قدم رکھ رہے تھے۔

نوجوانانِ مکہ کی نظریں ان کے کاشانہ پر لگی ہوئی تھیں اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ سیدہ آمنہ کی منگنی اس کے ساتھ ہو کہ یہ اس کے لئے عزت وشرف کا باعث ہوگی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بنو ہاشم کا گل سرسبد

(اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے
قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب
فرمایا) (مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ کے گھر منگنی کا پیغام نہیں بھیجا تھا۔ باوجود اس کے کہ وہ اس کا پوری طرح استحقاق رکھتے تھے اور جن لوگوں نے یہ پیغام بھیجا وہ عظمت و بزرگی میں کسی لحاظ سے بھی آپ کے ہمسر نہیں تھے۔

آپ عبدالمطلب بن ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ جو اپنی قوم کے سردار اور عظمت و شرافت کے پیکر اور اپنے والد ہاشم کے اکلوتے فرزند تھے۔ ان کو اپنی قوم میں وہ مقام و مرتبہ حاصل تھا جو اس وقت کسی کو حاصل نہیں تھا۔ ان کی قوم ان سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتی تھی۔ بڑی شان و شوکت کے مالک تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومیہ تھیں جن کا تعلق خالصۃً قریشی گھرانہ سے تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عبدالمطلب کی اولاد حضرت ابوطالب، زبیر، عبداللہ، ام حکیم بیضاء (حضرت عبداللہ کی جڑواں بہن) عاتکہ، برہ، اُمیمہ اور اُروی پیدا ہوئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دادی سلمٰی بنت عمرو نجاریہ خزرجیہ تھیں۔ انہیں اپنے قبیلہ میں اتنا احترام اور فضل حاصل تھا کہ کسی عام آدمی سے نکاح کرنا گوارا نہ کرتیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مرد ان کے معیار پر نہ اترتا تو قبیلہ کی طرف سے انہیں اسے چھوڑنے کی اجازت تھی۔ آپ کی نانی تخمر بنت عبد بن قصی قرشیہ تھیں اور ان کی والدہ سلمٰی بنت عامرہ بن ودیعہ فہریہ تھیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو منگنی کا پیغام نہ بھیجنا باعث تعجب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں کیونکہ آپ کے والد ماجد نے بیت اللہ کے قریب ایک بیٹے کو قربان کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی۔

نذر کا یہ قصہ کسی قریشی سے مخفی نہیں تھا۔ سب کو معلوم تھا کہ آل ہاشم کے بیٹوں میں سے کسی ایک نے اس نذر کی بھینٹ چڑھنا ہے اور عبداللہ بھی انہیں میں سے تھے۔

نذر کا واقعہ یہ ہے کہ جب عبدالمطلب مکہ کے سردار بنے تو دوسرے اعزازات کے ساتھ سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے) کا منصب بھی آپ کے ہاتھ آیا۔ مکہ میں پانی کی بڑی قلت تھی، جس کی وجہ سے حجاج کرام کو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ آپ پانی کے مسئلہ کے حل کے بارے میں ہر وقت فکر مند رہتے۔ آپ اسی فکر میں تھے کہ آپ کے ذہن میں آب زم زم کا خیال آیا۔ جس نے آپ کے جد اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تشنگی تھا اور اس لق ودق صحرا ئیں اترنے والے قافلوں کو اپنی طرف کھینچا تھا۔ آپ نے اپنے آباء واجداد سے بئر زم زم کے بارے میں جو روایات سن رکھی تھیں وہ آپ کے ذہن میں گردش کرنے لگیں۔ آپ کو یاد آیا کہ بنو جرہم نے مکہ سے نکلتے وقت بئر زم زم کو بند کر دیا تھا۔ آپ کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کاش اللہ تعالیٰ مجھے بئر زم زم کے محل وقوع کے بارے میں آگاہ فرما دے۔ دن بدن یہ آرزو بڑھتی رہی حتیٰ کہ تڑپ بن گئی۔ آپ ہمہ وقت اسی سوچ میں سرگرداں رہتے کہ ایک دن آپ کو خواب میں حرم شریف کے ایک معین مقام کے کھودنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں حطیم میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں کوئی آنے والا آیا اور اس نے کہا بئر زم زم کو کھودو۔ اگر آپ اسے کھودیں گے تو آپ کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔ یہ تمہارے پدر نامدار کی میراث ہے، اس چشمہ کا پانی ختم ہوگا نہ اسے مرمت کی ضرورت ہے۔ حجاج کرام اس سے سیراب ہوں گے اور یہ نا قابل تقسیم ہے۔"

دوسرے دن صبح صبح حضرت عبدالمطلب کدال لے کر نکلے ان کے ہمراہ ان کے بیٹے حارث تھے۔ (اس وقت ان کے علاوہ کوئی بیٹا نہ تھا) جب آپ نے اساف اور نائلہ دو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بتوں کے درمیان جگہ کھودنی شروع کی تو قریش آڑے آ گئے اور کہنے لگے ہم آپ کو یہاں کھدائی کرنے نہیں دیں گے۔ جہاں ہم قربانی کرتے ہیں۔ آپ حارث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم ان کو روکے رکھو یہاں تک کہ میں کھدائی کا کام مکمل کر لوں۔ قسم بخدا! مجھے جو حکم ہوا ہے، میں اس کو ضرور پورا کروں گا چونکہ اس وقت آپ کا ایک ہی بیٹا تھا، اس لئے قریش آپ کی اس افرادی کمزوری کو دیکھ کر مقابلہ پر اتر آئے۔ مگر آپ بدستور کھدائی کرنے میں مشغول رہے۔ جب آپ کو وہ پتھر نظر آیا جس سے بئر زمزم کو بند کیا گیا تھا تو آپ نے خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ جب قریش کو معلوم ہوا کہ آپ نے اپنا گوہر مقصود پا لیا ہے تو کہنے لگے

"اے عبدالمطلب! یہ کنواں ہمارے جد اعلیٰ اسماعیل کا ہے، ہمارا بھی اس میں حق ہے۔ ہمیں بھی اس میں شریک کرو۔ آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ مجھ پر خصوصی انعام ہے۔ وہ کہنے لگے آپ ہمارے ساتھ انصاف کریں۔ ہم آپ کو اس طرح اکیلے نہیں کھودنے دیں گے۔ اس وقت نزاع سنگین صورت حال اختیار کر گئی جب کھدائی کے دوران سونے کے دو ہرن، قیمتی تلواریں اور زرہیں برآمد ہوئیں۔ آپ نے قریش سے کہا آؤ فال کے ذریعہ اس کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ فال کی یہ صورت تجویز ہوئی کہ دو حصے کعبہ کے، دو حصے عبدالمطلب کے اور دو حصے باقی قوم کے۔ جب قرعہ اندازی کی گئی تو کعبہ کے حصہ کے دو تیر ہرنوں پر، حضرت عبدالمطلب کے دو تیر تلواروں اور زرہوں پر پڑے اور قریش کے دونوں تیر خالی گئے۔

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب بئر زمزم سے حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت سر انجام دیتے رہے اور قریش میں کوئی بھی اس اعزاز میں آپ کے ساتھ شریک نہیں تھا۔(1)

نذر کا واقعہ اسی دن پیش آیا۔ اس طرح کہ جب قریش نے آپ کو بئر زمزم کی کھدائی سے روکا تو آپ نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دس بیٹے عطا کئے اور وہ جوان ہو کر میرے دست و بازو بنے تو میں ان میں ایک کو کعبہ شریف کے پاس قربان کروں گا۔ اللہ

1۔ سیرت ابن ہشام:1/ 55-150

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعالیٰ نے آپ کو دس بیٹے عطا کیے۔ ان میں سب سے چھوٹے حضرت عبداللہ تھے۔ جب وہ حدِ بلوغ کو پہنچے تو آپ نے سب کو بلایا تا کہ اپنی نذر پوری کریں۔ آپ کے تمام بیٹے لبیک کہتے ہوئے آپ کا پاس حاضر ہو گئے۔

بعثت سے تقریباً اکتالیس سال پہلے جمادی الاولیٰ کی ایک صبح قریش کی زبانوں پر صرف یہی موضوع تھا کہ حضرت عبدالمطلب اپنے دس بیٹوں کو لیکر بیت اللہ شریف پہنچ گئے ہیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں تیر ہیں جس پر اس کا نام کندہ ہے۔ قریشی عورتوں کے دل فیصلہ کے لمحہ کے انتظار میں بڑی بے چینی سے دھڑک رہے ہیں۔ کچھ عورتیں مردوں کے ساتھ کعبہ پہنچ جاتی ہیں تا کہ وہ خود اپنے کانوں سے قربانی کے لئے چنے گئے لڑکے کے بارے میں الہامی کلمات سن سکیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں ہی بیٹھی ہیں کیونکہ انہیں گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔ بڑی پریشانی سے خبر کے انتظار میں ہیں۔ وہ نہیں جانتی ہیں کہ رب کعبہ عبدالمطلب کے کس بیٹے کو نذر کی وفا کے لئے چنتا ہے۔

پھر یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح مکہ کے اطراف میں پھیل جاتی ہے اور یوں سیدہ آمنہ تک بھی پہنچ جاتی ہے کہ رب کعبہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قربانی کے لئے پسند فرمایا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی سیدہ آمنہ کے روئے مبارک پر اداسی چھا جاتی ہے بلکہ ہر قریشی عورت پر یہ خبر شاق گزری۔ ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں چاہتی کہ نوجوانانِ مکہ کے جھومر اور حضرت عبدالمطلب کے حسین ترین بیٹے کو یونہی ذبح کر دیا جائے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بہنیں یہ خبر سنتی ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری ہو جاتی ہے اور اپنے بھائی کے بارے میں اللہ کے حکم کی منتظر ہیں۔ پھر یہ خبر گردش کرنے لگی کہ عبدالمطلب بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے ہیں اور فال نکالنے والے سے اپنی نذر کے بارے میں پوچھا ہے۔ اپنی پدرانہ شفقت پر قابو رکھتے ہوئے اس سے اپنے بیٹوں کے نام کی فال نکالنے کے لئے کہا ہے۔ ہر بیٹا اپنے نام کا تیر فال نکالنے والے کو دیتا ہے۔ آپ اپنے بیٹوں پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ آخر کار آپ کی نظر اپنے چھوٹے بیٹے عبداللہ پر ٹھہر جاتی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے۔آپ کے دل میں محبت وشفقت، رحمت ورأفت کے جذبات کا سیلاب اُمڈ آتا ہے اور آپ کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اگر اس لاڈلے بیٹے کے نام کا تیر نہ نکلے تو کیا ہی اچھا ہو۔آخر فیصلہ کا لمحہ آ جاتا ہے۔فال نکالنے والا فال نکالنے کی تیاری کرتا ہے۔عبدالمطلب دستِ دعا دراز کرتے ہیں۔یہ لیجئے فال حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام نکل آتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبدالمطلب عزم و ہمت کے ساتھ اپنے ایک ہاتھ میں اپنے لختِ جگر کو لیتے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں چھری پکڑتے ہیں اور قربانی کرنے کے لئے اساف اور نائلہ کی طرف لے جاتے ہیں۔یہ خبر بجلی کی سرعت کی طرح مکہ کے گھر گھر گونجنے لگتی ہے۔حتیٰ کہ بنوزہرہ کے محلّہ میں بھی پہنچ جاتی ہے۔مکہ کے افق پر غم وحزن کے بادل چھا جاتے ہیں۔ آنکھیں حیرت سے پتھرا جاتی ہیں۔

اس وقت بنوزہرہ کے سردار کے گھر کوئی مرد نہیں۔اسی طرح دوسرے گھر اور قریش کی مجلس ویران ہیں۔تمام حضرات عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی کا منظر دیکھنے کے لئے بیت اللہ میں ہیں۔سب کے سب حضرت عبدالمطلب کے پاس جمع ہیں، سخت آزمائش سے دوچار ہیں۔سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ بھی حرم میں جا سکتیں۔لیکن یہ ان کے بس کی بات نہیں۔اگر ان کے لئے حرم میں جانا ممکن بھی ہوتا تو وہ اپنے عم زاد کو بچانے کے لئے کیا کر سکتی تھیں کیونکہ فیصلہ کی گھڑی آ پہنچی تھی اور دعا و انکساری کا وقت گزر چکا تھا۔اس طرح سورج ڈھل گیا اور رات کی تاریکی کے سائے گہرے ہونے لگے۔قریشی ابھی تک اپنے گھروں کو واپس نہیں لوٹے تھے۔کس چیز نے انہیں وہاں روکے رکھا؟ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا باہر کے بدلتے ان حالات سے بالکل بے خبر تھیں حتیٰ کہ کسی نے آ کر خبر دی کہ اس وقت مکہ میں کوئی مرد موجود نہیں، سب گئے ہوئے ہیں۔

یہ خبر سن کر ان کے غمگین آنگن میں امید کی کرن پھوٹ پڑی۔راوی اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جونہی حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے تو قریش اپنی مجلسوں سے اٹھ کر آپ کے پاس جمع ہو گئے اور آپ سے پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ نے فرمایا میں اپنی نذر پوری کر رہا ہوں۔

یہ سن کر قریش کہنے لگے: آپ انہیں ذبح نہ کریں، اگر آپ نے ایسا کیا تو یہ ہمیشہ کے لئے رسم بن جائے گی اور ہر کوئی اپنے بیٹے کو قربان کرنے لگے گا۔ سرزمین مکہ میں پھر کون بچے گا؟

مغیرہ بن عبداللہ مخزومی، جو حضرت عبداللہ کی والدہ کے خاندان سے تھے۔ آگے بڑھے اور مضبوطی سے آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر ا اور کہنے لگے:

"آپ اسے ذبح نہیں کر سکتے۔ اس کے بارے میں ہماری سفارش قبول فرمائیں۔ اگر ان کا فدیہ مال سے ممکن ہے تو ہم اپنے مالوں سے ادا کر دیتے ہیں۔"

قریش کے دوسرے سرداروں نے کہا اپنے اس بیٹے کو خیبر میں عرافہ کے پاس لے چلیں۔ جس کے قبضہ میں ایک جن ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھیں۔ اگر اس نے ان کے ذبح کرنے کا حکم دیا تو ذبح کر دینا اور اگر اس نے اس کے علاوہ کوئی حکم دیا جس میں تمہارے اور تمہارے بیٹے کے لئے عافیت ہو تو اسے قبول کر لینا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کی اس رائے کو قبول کر لیا۔ پھر عرافہ سے فیصلہ کرانے کے لئے خیبر گئے۔ آپ تو چلے گئے لیکن اپنے پیچھے دھڑکتے قلوب، بے چین نگاہیں، اور مضطرب زبانیں چھوڑ گئے جن کو کسی پہلو قرار نہ تھا جو رات کی تاریکیوں میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جان بخشی کے لئے گڑگڑاتیں۔

اُدھر قافلہ صحرا کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا خیبر پہنچ گیا۔ اِدھر مکہ میں قریش کی مجالس بے رونق ہو گئیں۔ ان کے گھروں پر اضطراب و پریشانی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھیں اور قلوب شمال کی طرف لگے ہوئے تھے اور قافلہ کی واپسی کے منتظر تھے۔ ان کے کان عزیز نوجوان کے انجام کی خبر سننے کے لئے بے تاب تھے۔

ان ایام میں مکہ میں زندگی کی گردش تھم گئی تھی۔ مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب، ان کے نوجوان بیٹے عبداللہ اور بہت سے دوسرے قریشی سردار شہر سے باہر تھے۔ غلام اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کنیزیں دن میں کئی بار قافلوں کی گزرگاہ کو دیکھتے کہ شاید خیبر سے آنے والے کسی شخص سے جانے والوں کی کوئی خبر معلوم ہو، رات کی تاریکی میں قریش کی باپردہ عورتیں حرم شریف میں پہنچ جاتیں، یہاں آکر کعبہ شریف کا طواف کرتیں اور پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتیں۔ اے اللہ! جس طرح تو نے اس جگہ حضرت ہاجرہ کی دعا قبول کی اس طرح ہماری التجا و فریاد کو بھی سن۔ جس طرح تو نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو موت سے بچایا، اسی طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی بچا۔

آخر کار شمال کے افق پر غبار کا ایک بادل نمودار ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قافلہ مکہ کی طرف آرہا ہے۔ نوجوان پہاڑوں اور ٹیلوں پر چڑھ کر آنے والے قافلہ کے متعلق قیافے اور اندازے لگاتے ہیں۔ پھر کیا ہوتا ہے۔ اچانک ایک قافلہ مکہ میں داخل ہوتا ہے اہل قافلہ صحن حرم میں اپنی سواریوں سے اتر کر دعا میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اپنے قاصدوں کو مکہ کے گردونواح سے اونٹ جمع کر کے بیت اللہ شریف لانے کے لئے بھیجتے ہیں۔

بنوزہرہ کے ایک غلام نے عرافہ اور نذر کے بارے میں خبر ان کی عورتوں تک پہنچائی۔ لوگ بتاتے ہیں کہ جب خیبر میں قافلہ عرافہ کے پاس پہنچا تو حضرت عبدالمطلب نے اپنی نذر کے بارے میں تمام تفصیل سے آگاہ کیا۔ ان کی بات سن کر عرافہ نے کہا کہ آج تم چلے جاؤ اور مجھے ایک دن کی مہلت دو۔ جب میرا جن میرے پاس آئے گا تو میں اس سے پوچھ کر بتاؤں گی۔ حضرت عبدالمطلب تمام رات دعا میں مشغول رہے۔ اگلے دن اس کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ تمہارے مسئلہ کا حل مل گیا ہے۔ تمہارے ہاں مقتول کی دیت کتنی ہے؟ فرمایا: دس اونٹ۔ اس نے کہا: اب وطن واپس لوٹ جاؤ۔ ایک طرف دس اونٹ کھڑے کرنا اور دوسری طرف عبداللہ کو۔ پھر فال نکالنا اگر قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تو ان کو ذبح کر دینا۔ تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو پھر دس اونٹ بڑھاتے جانا اور قرعہ نکالتے جانا یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں پر نکل آئے تو اتنے ہی اونٹ ذبح کر دینا۔ اس سے تمہارا پروردگار بھی راضی ہو جائے گا اور تمہارا بیٹا بھی بچ جائے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس واقعہ کے بعد پھر ایک دن دیکھنے میں آتا ہے کہ آل ہاشم کے معززین کی ایک جماعت جس کے آگے آگے حضرت عبدالمطلب اور آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ ہیں، بنو زہرہ کے سردار کے گھر میں رونق افروز ہو رہی ہے۔

سیدہ آمنہ اپنے دل میں خیال کرتی ہیں کہ وہ اپنے والد ماجد سے حضرت عبداللہ کی جان بخشی کے بارے میں پوچھیں۔ ادھر یہ تصور ہی کیا کہ کیا دیکھتی ہیں کہ ان کے والد گرامی دروازے پر آنے والے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔

واہ! میرے رب! تیری رحمت کتنی وسیع ہے کہ تو نے آل ہاشم کے اس گل سرسبد کو زندہ رکھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شادی

"حضرت عبدالمطلب فدیہ کے اونٹ ذبح کرنے کے بعد حضرت عبداللہ کو لے کر واپس لوٹے پھر آپ انہیں وہب بن عبدمناف، بنو زہرہ کے پاس لے گئے جو اس وقت حسب و نسب اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے بنو زہرہ کے سردار تھے۔ انہوں نے اپنی لخت جگر آمنہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کر دیا۔" (سیرت ابن اسحاق)

وہب کے گھر مہمانوں کے آنے کا کیا مقصد تھا؟

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو اس دلنواز خبر سننے کے لئے کچھ زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ آپ کی والدہ برہ مسکراتی ہوئی آپ کے پاس آئیں اور حضرت عبداللہ کے فدیہ کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ فرمانے لگیں، عبدالمطلب دعا میں مشغول تھے، ادھر عبداللہ کے ساتھ دس اونٹ کھڑے کر کے فال نکال گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام پر نکلا پھر دس اونٹ اور بڑھا دیئے گئے، فال نکالی تو قرعہ عبداللہ کے نام پر ہی نکلا۔ اس طرح دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ انہی کے نام پر نکلتا رہا۔ حتیٰ کہ جب اونٹوں کی تعداد سو ہوگئی تو پہلی مرتبہ قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا۔ یہ دیکھ کر حاضرین نے پرجوش نعرہ بلند کیا کہ عبدالمطلب! تمہارا رب تم سے راضی ہوگیا۔ آپ نے کچھ بے یقینی کے عالم میں اپنا سر ہلایا اور فرمانے لگے، ابھی نہیں، تین دفعہ فال نکالو۔ دوسری اور تیسری دفعہ نکالی گئی تو اب کی مرتبہ ہر بار قرعہ اونٹوں پر ہی نکلا۔ تب آپ کا دل مطمئن ہوا پھر اونٹ ذبح کر دیئے گئے اور انہیں انسانوں، جانوروں اور درندوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اتنی گفتگو کر کے سیدہ کی والدہ خاموش ہوگئیں۔ جس مقصد کے لئے انہوں نے گفتگو شروع کی تھی۔ وہ ابھی باقی تھا۔ وہ آمنہ کے تاثرات کو جاننے کے لئے ان کے چہرہ کی طرف دیکھتی ہیں۔ اس کے باوجود کہ سیدہ آمنہ باقی گفتگو سننے کے لئے بیقرار ہیں لیکن اپنی بے قراری کو اپنی حیاء کے پردہ میں چھپائے ہوئیں تھیں۔ ان کے دل نے یہ صدا دی کہ ان کی والدہ یہ قصہ کسی اور چیز کی تمہید کے طور پر بیان کر رہی ہیں۔ ابھی ماں بیٹی وہیں بیٹھیں ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں کہ وہب نے آ کر بڑی شفقت سے اپنی بیٹی سے کہا، بیٹی! بنو ہاشم کے سردار اپنے بیٹے کے لئے تمہارا رشتہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ یہ اطلاع دے کر وہ فوراً اپنے معزز مہمانوں کے پاس آ جاتے ہیں۔

یہ بات سن کر سیدہ آمنہ پر خوشی کا کیف طاری ہو جاتی ہے۔ ان کے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ انہیں یہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں ان کی والدہ یہ دھڑکن سن نہ لیں۔ دل ہی دل میں کہتی ہیں کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے مجھے بنو ہاشم کے اس گل سرسبد کی کلی بننے کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ سیدہ آمنہ اپنے دل کی حرکت کو چھپانے کے لئے دل پر ہاتھ رکھ لیتی ہیں۔ ان کی والدہ بھی ان کی ان کیفیات سے بے خبر نہ تھیں، بڑی محبت وشفقت سے اپنی بیٹی کو گلے لگا لیتی ہیں۔ انہیں ماں کی محبت وشفقت بے خود کر دیتی ہے اور وہ بے ساختہ ان کے سینے سے چمٹ جاتی ہیں۔ ان کا دل تو یہی چاہتا تھا کہ وہ ماں کے سینہ کے ساتھ اسی طرح چمٹی رہیں لیکن بنو زہرہ کی عورتیں مبارکباد دینے آ جاتی ہیں اور سیدہ کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں اور انہیں بتاتی ہیں کہ جب عبداللہ حرم سے گھر کی طرف آ رہے تھے تو کئی قریشی عورتوں نے انہیں راستہ میں روک کر اپنے آپ کو پیش کیا۔ سیدہ آمنہ بڑی حیرانگی سے ان کی یہ باتیں سنتی ہیں۔ وہ عورتیں بتاتی ہیں کہ نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی بیٹی نے کعبہ شریف کے قریب عبداللہ کو روک لیا اور کہنے لگی۔ عبداللہ! کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے مختصراً جواب دیا۔ اپنے والد کے ساتھ۔

کہنے لگی، میں اتنے اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں جتنے آپ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے فدیہ میں قربان کیے گئے ہیں۔ بشرطیکہ آپ مجھے قبول فرمالیں۔

آپ نے فرمایا، میں اپنے والد کے ساتھ ہوں، میں ان کے حکم کی خلاف ورزی کر سکتا ہوں نہ انہیں چھوڑ سکتا ہوں۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ فاطمہ بنت مرتھی جو انتہائی حسین وجمیل اور پاکدامن عورت تھی۔

طبری اور ابن اُثیر کا قول ہے کہ یہ بنوخثعم کی کاہنہ تھی۔ اس نے آپ کو نکاح کی دعوت دی۔ آپ نے بڑی بے نیازی اور حقارت سے اس کی پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا۔

''رہا حرام، اس سے تو موت بہتر ہے۔ یہاں تک حلال کا تعلق ہے تو میں اس میں حلال واضح طور پر نہیں دیکھ رہا۔ میں ایسی بات کو کیسے قبول کر سکتا ہوں جو تم چاہتی ہو۔ کریم ہمیشہ اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔''

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ لیلیٰ عدویہ نے بھی دعوت دی تھی مگر آپ نے اسے بھی رد کر دیا۔ سیدہ کو مبارکباد دینے کے لئے آئی ہوئی عورتیں آپ کو اس قسم کی باتیں سنا رہی تھیں۔ یہ عورتیں اس بات کا حق رکھتی تھیں کیونکہ حضرت عبداللہ ہی وہ پہلے شخص تھے جن پر سو اونٹ قربان کیے گئے، اس سے پہلے ایسا کسی شخص کے لئے نہیں ہوا تھا۔

آمنہ! تجھے مبارک ہو، آپ اس ماہ کامل کو پانے میں کامیاب ہوگئی ہیں جس کے جلوؤں کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مکہ کی صدہا عورتوں کے دل ماہی بے آب کی طرح تڑپتے تھے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ واقعات حقیقتاً ہوئے ہیں یا محض افسانہ ہیں۔ متقدمین اور مؤرخین سیرت نگاروں نے بغیر کسی شک وشبہ کے ان واقعات کو نقل کیا ہے۔ جدید سیرت نگاروں میں ڈاکٹر محمد حسین ہیکل کا خیال ہے کہ اس قسم کی روایات کی گہرائی میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ان کے نزدیک یہی بات کافی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انتہائی حسین وجمیل تھے۔ اس لئے سیدہ آمنہ کے علاوہ دوسری عورتوں کا بھی حضرت عبداللہ کے ساتھ شادی کی خواہش رکھنا باعث تعجب نہیں۔ جب آپ کا نکاح سیدہ آمنہ سے ہوگیا تو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باقی کی امیدیں خود بخود ختم ہو گئیں۔

اسی طرح بودلی اپنی کتاب "الرسول" میں لکھتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کا بڑا چرچا تھا۔ آپ بڑے خوبصورت اور سحر انگیز شخصیت کے مالک تھے۔ جب آپ کا نکاح سیدہ آمنہ بنت وہب سے ہوا تو مکہ کی بہت سی عورتوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

اگر ہم سیدہ آمنہ کی حیات طیبہ کا تذکرہ خالصتاً تاریخی انداز میں بیان کر رہے ہوتے تو ان روایات اور ان کی اسناد اور راویوں کے احوال کی تحقیق کرتے۔ لیکن ہم تو تاریخی مواد کو ادبی اور فنی انداز میں پیش کر رہے ہیں۔ اس لئے جس روایت پر ہمارا دل مطمئن ہو، ہم اسے نقل کر دیتے ہیں۔ ہم ان روایات میں اس حقیقت کی تصویر کو دیکھنا چاہتے ہیں جو لوگوں کے سامنے اس ماں کے کردار کو پیش کرے جس نے عظیم ہستی کو جنم دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدہ آمنہ نے شادی سے پہلے ان قریشی عورتوں کے بارے میں ضرور سنا ہو گا جو ان کے منگیتر سے شادی کی خواہش رکھتی تھیں اور انہوں نے اس ہاشمی نوجوان سے شادی کی مبارکباد قبول کی ہو گی۔ جس کی قربانی کا قصہ ہر کان نے سنا تھا۔ جس کے شباب کے سحر انگیز حسن نے کئی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا۔ وہ بھی اپنے منگیتر کے بارے میں سوچتی ہوں گی جو فدیہ کے بعد فوراً پیغام لے کر آ گیا اور اس نے ان کے علاوہ کسی قریشی عورت کی طرف توجہ نہیں دی۔

وہ مبارک دینے والی عورتوں کے ہجوم میں اپنے ان حسین خیالات میں گم تھیں اور عالم تصور میں یہ سوچ رہی تھیں کہ عبداللہ نے اپنے جذبات کو کیسے چھپائے رکھا۔ جب تک انہیں اپنی زندگی کے انجام کے بارے میں معلوم نہ ہوا منگنی کا پیغام نہ بھیجا اور جونہی انہیں اس سے نجات حاصل ہوئی تو حرم کے بعد آمنہ کا گھر ہی ان کا قبلہ اور آرزوؤں کا محور بنا۔ اب وہ مزید صبر نہیں کر سکتے تھے اسی لئے فوراً آمنہ کے گھر پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کئی بار سوچا ہو گا۔ انتظار کی ان جانگسل گھڑیوں کو مشکل سے گزارا ہو گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ان تکالیف اور مصائب کے بعد کس طرح ان کی ملاقات ہوگی۔ یہ سوالات سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں گردش کر رہے تھے اور وہ اپنے ہی تصورات میں گم تھیں پھر اپنے قریب کچھ شور سن کر ہوش میں آئیں۔ کیا دیکھتی ہیں کہ گھر میں شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

واقعہ فداء سے اہل مکہ کے دلوں میں ایک ہلچل بپا تھی۔ وہ حضرت عبداللہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ جو سر تسلیم خم کیے اپنے رب کی تقدیر اور حکم پر راضی تھے۔ یہاں تک کہ جب ان کے اور موت کے درمیان ایک بال کا فاصلہ رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بھاری فدیہ کے بدلہ میں بچالیا۔

مکہ کے اطراف و اکناف میں شمعیں روشن کر دی گئیں۔ دارالندوہ، مکہ کے سرداروں اور معززین سے بھر گیا۔ تمام رات لوگ اپنی مجالس و محافل میں ذبیح اول حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قصہ کی یاد تازہ کرتے رہے۔ جب ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں پہاڑ کی طرف لے گئے تاکہ امر الٰہی کی تعمیل میں انہیں ذبح کریں۔ اس وقت بھی موت اتنی ہی قریب تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک مینڈھا کے بدلے میں بچالیا۔ وہ یہ قصہ نسل در نسل اپنے آباء و اجداد سے سنتے چلے آرہے تھے۔

آج یہ قصہ اس بیت عتیق کی سکرین پر پھر دہرایا گیا جس کی بنیادوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بلند کیا تھا۔

اس دفعہ قربانی کے لئے جس ہستی کا انتخاب ہوا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی ذریت سے تھی جو جزیرہ عرب میں عظمت و شرافت کی امین تھی۔

یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ شادی کے جشن میں قصہ گو حضرات شریک ہوں اور انہوں نے دونوں ذبیحین حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قصہ فداء کی آپس میں کڑیاں جوڑی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں بعض اس سے بھی آگے نکل گئے ہوں اور مستقبل کے پردہ میں چھپے ہوئے عظمتوں کے تارے تلاش کئے ہوں جیسا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فداء کے بعد کئی اور عظمتیں عطا ہوئیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شادی کا یہ جشن تین دن اور تین رات جاری رہا۔ اس دور کے رسم ورواج کے مطابق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سیدہ آمنہ کے گھر میں ہی رہے۔ چوتھے دن صبح صبح اپنی دلہن کے استقبال کی تیاری کرنے کے لئے آپ اپنے گھر تشریف لے آئے۔ ابھی کل کی بات تھی کہ سیدہ آمنہ بچی تھیں، گھر کے افراد کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ آج دلہن بن کر اپنے گھر والوں اور سہیلیوں کو الوداع کہہ رہی ہیں۔ پورا دن اور رات کا کچھ حصہ تک تیاریاں ہوتی رہیں۔ تیاریاں مکمل ہونے کے بعد سیدہ آمنہ اپنے گھر والوں کے جھرمٹ میں اپنی نئی دنیا کے لئے روانہ ہوتی ہیں۔ بار بار پیچھے مڑ کر ان ٹیلوں کو دیکھتی ہیں جہاں انہوں نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ ان کی جدائی سے آپ کے دل میں ٹھیس اٹھتی ہے۔ آہستہ آہستہ رات کی تاریکی کے پھیلتے ہوئے سائے اس منظر کو اور مغموم کر رہے ہیں آپ انہی خیالوں میں گم سم ہیں۔ راستے میں کسی سے کوئی بات نہیں کرتیں۔ آپ عروسی جوڑے میں ملبوس خراماں خراماں ایسے چلی جا رہی ہیں جیسے ہوا کا لطیف جھونکا چھو کر گزر رہا ہے۔ دروازے پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک پیار بھری نظر سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا۔ آپ کے چہرے پر اہل خانہ سے فراق کے خیال سے اداسی کی شکنیں ابھری ہوئی تھیں اور آنکھوں میں آنسو امڈے ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کی ان کیفیات کو جان جاتے ہیں۔ اس لئے وہ انہیں ماضی کی ان یادوں میں کھویا ہی رہنے دیتے ہیں جنہیں وہ چھوڑ کر آئی ہیں۔ وہ انہیں بڑی محبت والفت سے گھر کے صحن میں لاتے ہیں جہاں دلہن اور دلہن کے ساتھ آنے والے معزز مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے مسندیں آراستہ ہیں۔ آپ دلہن کو اس کا نیا گھر دکھاتے ہیں۔ یہ گھر اگرچہ بہت بڑا نہیں تھا لیکن مکہ کے دوسرے گھروں کی بہ نسبت دولہا اور دلہن کے لئے کافی حد تک کشادہ اور آرام دہ تھا جس میں وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں۔ مؤرخین نے اس گھر کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے:

"پتھر کی سیڑھیاں ہیں جو شمال کی جانب کھلنے والے دروازہ پر لے جاتی ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی ایک صحن آتا ہے جو بارہ میٹر لمبا اور چھ میٹر چوڑا ہے۔ اس کی دائیں دیوار میں ایک دروازہ ہے جو ایک ہال میں کھلتا ہے، اس ہال کے وسط میں مغربی دیوار سے متصل لکڑی کا ایک حجرہ (کیبن) دلہن کے لئے تیار کیا گیا ہے۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دلہن کو ان کی سہیلیوں کے ساتھ چھوڑ کر صحن میں معزز مہمانوں کے پاس آ جاتے ہیں اس طرح رات کا کچھ حصہ جاگتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ لوگ اس نئے گھر کے آباد ہونے پر مبارکباد دیتے ہیں جس کی دہلیز پر قریش کی کلی کھلی ہے اور اس کریم جوڑے کو دعا دیتے ہیں جو پورے حجاز میں حسب ونسب کے لحاظ سب سے زیادہ معزز اور مکرم ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بشارت

”خواب میں ہاتفِ غیبی کی آواز سنی۔ آمنہ! تم حاملہ ہو اور تمہارے بطن مقدس میں اس امت کا سردار تشریف فرما ہوا ہے۔“ (ابن اسحاق)

مہمان اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ کائنات کو نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے، دنیا پر سکون کی مستی طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے عالم میں حضرت عبداللہ سیدہ آمنہ کے پاس جلوہ افروز ہیں انہیں خیبر میں کاہنہ کے پاس جانے اور فال نکلنے کی روداد سنا کر مانوس کر رہے ہیں۔ یہ روداد سیدہ آمنہ کے گھر سے فراق کے الم کو کافی حد تک کم کر دیتی ہے اور یوں وہ کچھ وقت کے لئے اسے بھول جاتی ہیں۔ چنانچہ پوچھتی ہیں۔ عبداللہ! تم نے مجھے ان عورتوں کے بارے میں نہیں بتایا جو تم سے شادی کرنے کی خواہش رکھتی تھیں، سیدہ آمنہ کے اس طرح مائل ہونے سے حضرت عبداللہ کا روئے مبارک خوشی سے کھلکھلا اٹھتا ہے۔

آپ نے جواباً فرمایا۔ میں نے تمہارے علاوہ کسی کی طرف دھیان ہی نہیں کیا۔ قصہ کے ان حصوں کو تو تم جانتی ہو لیکن اس کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جو تم نے ابھی نہیں سنا اور آج ہی رونما ہوا ہے۔ میں جب سے تمہارے استقبال کی تیاریوں کے لئے تمہارے گھر سے واپس آیا ہوں، کام میں مصروف رہا جس کی وجہ سے میں کسی کو نہیں بتا سکا۔ یہ سن کر سیدہ آمنہ میں سننے کی مزید دلچسپی پیدا ہو گئی۔ مزاحاً فرمانے لگیں۔ کیا اور نئی امیدواروں نے مکہ کے شہزادے کو پیغام بھیجا ہے؟ آپ نے اس خوش طبعی پر مسکراتے ہوئے جواباً فرمایا۔ نہیں آمنہ! آج تو وہ شہزادہ صاحب کو کسی خاطر میں نہیں لائیں اور کہا کہ اب یہ پہلا سا شہزادہ نہیں رہا جس کے لئے وہ کچھ دن پہلے بے تاب تھیں اور اس بے تابی اور رغبت میں انہوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے شرم وحیاء کا بھی لحاظ نہ رکھا۔

حضرت عبداللہ یہ بات کہہ کر تھوڑی دیر کے لئے رک گئے اور اپنی دلہن کے چہرے پر نظر ڈال کر اپنی باتوں کے ان کے چہرے پر ابھرنے والے تاثر کو دیکھنے لگے۔ سیدہ آمنہ نے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

ہاں آمنہ! آج وہ میری طرف ملتفت نہیں ہوئیں اور ایسے سمجھا جیسے میں ان کے لئے کوئی نیا ہوں۔ تمہارے گھر سے واپس آتے ہوئے جب میں ان کے قریب سے گزرا تو انہوں نے مجھ سے بڑی بے رخی سے اپنے چہروں کو پھر لیا۔ اس پر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ اچانک پیدا ہونے والی اس تبدیلی کے راز کو جاننے کی دل میں خواہش ابھری۔ میں نے نوفل بن اسد کی بیٹی سے پوچھا۔ کیا وجہ ہے؟ آج کل والی خاطر مدارت نہیں۔ اس نے بڑا عجیب جواب دیا۔ اس لئے کہ آج تمہاری پیشانی میں وہ نور نہیں جو کل چمک رہا تھا۔ اس لئے مجھے اب تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔(1)

اسی طرح فاطمہ بنت مر نے بھی یہ کہتے ہوئے منہ پھیر لیا۔ جو کل تھا، آج نہیں۔ مزید برآں کہنے لگی۔ میں کوئی فاحشہ نہیں ہوں، میں نے تو آپ کے چہرے پر ایک نور دیکھا تھا اور خواہش کی کہ وہ نور مجھے ملے۔ مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا پھر آپ نے کیا کہا؟ میں نے کہا کہ میرے والد نے میرا نکاح آمنہ بنت وہب سے کر دیا ہے۔(2)

پھر بڑی حیرت سے یہ اشعار کہے:

"اللہ تعالیٰ نے بنو زہرہ کی خاتون کو بڑی خوبیوں سے نوازا ہے جس نے تمہارے نور کو لے لیا ہے حالانکہ اسے معلوم ہی نہیں۔

جب اس نے اپنی آرزو پوری کر لی ہے تو اب میری آنکھ اس پر نہیں ٹھہرتی۔"

پھر میں نے تیسری عورت لیلیٰ عدویہ سے پوچھا۔ تم نے کس وجہ سے منہ پھیرا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ جب آپ میرے پاس سے گزرے تھے تو میں نے تمہاری پیشانی میں ایک

1۔ سیرت ابن اسحاق: 1/ 165　　2۔ تاریخ طبری: 2/ 174

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چمک دیکھی تھی۔ اسی بناء پر میں نے تمہیں دعوت دی تھی لیکن تو نے انکار کر دیا اور آمنہ کے ساتھ شادی کر لی اور وہ اس نور کو لے گئی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور سیدہ آمنہ نے بھی چپ سادھ لی اور دونوں قریشی عورتوں کے اس رویہ کے بارے میں سوچنے لگے۔

پھر سیدہ آمنہ نے اس سکوت کو توڑا اور حضرت عبداللہ سے کہا کہ وہ نوفل بن اسد کی بیٹی کی بات دوبارہ سنائیں۔ حضرت عبداللہ سیدہ آمنہ کی اس دلچسپی سے کچھ وہم میں پڑ گئے۔ اس وہم میں آپ نے ان سے پوچھا۔ تم باقی کو چھوڑ کر نوفل بن اسد کی بیٹی ہی کے بارے میں کیوں پوچھ رہی ہو؟ انہوں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ آپ اس کی بات بتائیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو چار و ناچار بتانا پڑا۔ فرمایا میں نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا بات ہے؟ آج کل والی خاطر مدارت نہیں۔ اس نے بڑا عجیب سا جواب دیا اس لئے کہ آج تمہاری پیشانی میں وہ نور نہیں جو کل چمک رہا تھا۔ اس لئے مجھے اب تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد سیدہ آمنہ نے کہا۔ اے ابن عم! مجھے ان باتوں میں کچھ دکھائی دے رہا ہے یہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ نصرانی ہو گئے ہیں اور آسمانی کتب کے عالم ہیں۔ انہوں نے اس امت میں نبی کے مبعوث ہونے کی بشارت سنائی ہے۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد سلسلہ کلام کو جاری کرتے ہوئے کہا میں تو بھول ہی گئی، فاطمہ بنت مر بھی کتب پڑھتی رہتی ہے اور وہ بنو خشعم کی کاہنہ ہے۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ ایک بھرپور نظر سے سیدہ آمنہ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں:

کیا آمنہ! تمہارے خیال میں ہم ہی..........

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ابھی اپنی بات مکمل نہیں کرنے پائے تھے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اونگھنے لگیں اور وہ نبی، جس کا عالم ارضی انتظار کر رہا ہے، ان کے اور ان کے بارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں آثار اور علامات جو پورے عرب میں زبان زد عام ہیں کے تصورات میں گم جلد ہی نیند کی آغوش میں چلی گئیں۔ آپ تمام رات نیند میں رہیں اور ایک ہی خواب دیکھتی رہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تمام رات آپ کے پاس جاگتے رہے۔ آپ سپیدۂ سحر کے وقت سیدہ آمنہ کے روئے اقدس پر ہلکی سی مسکراہٹ دیکھتے ہیں۔ جس سے آپ کے اپنے خوبصورت چہرے پر نور کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد آپ پرسکون نیند سے بیدار ہوتی ہیں اور شوہر نامدار کو خواب سنانے لگتی ہیں کہ خواب میں دیکھتی ہیں کہ جسم اطہر سے ایک نور پھوٹتا ہے۔ جس سے اردگرد کا ماحول اور دنیا روشن ہو جاتی ہے جس میں وہ شام میں واقع بصریٰ کے محلات کا مشاہدہ کرتی ہیں پھر ہاتف غیبی کی آواز سنتی ہیں:

"آمنہ تم حاملہ ہو اور تمہارے بطن مقدس میں اس امت کا سردار تشریف فرما ہوا ہے۔" (1)

حضرت عبداللہ چند دن اپنی دلہن کے ساتھ گزارتے ہیں۔ دنوں کی تعداد؟ کتب تاریخ میں مذکور نہیں۔ اکثر مؤرخین کے نزدیک یہ مدت دس دن سے زیادہ نہیں۔ پھر آپ شام اور غزہ جانے والے قریش کے قافلہ کے ساتھ جانے کے لئے تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ ان چند راتوں، جو دولہا اور دلہن نے جدائی سے پہلے گزاریں، میں لازماً نوفل بن اسد کی لڑکی کی نور کے جدا ہونے والی بات کا ذکر ہوتا ہوگا۔ نجانے عالم تصورات میں کن کن بلندیوں اور آفاق میں گھومے ہوں گے۔ نجانے ان کے سینے میں کتنی عظیم آرزوئیں مچلی ہوں گی جنہیں حاصل کرنا عموماً محال یا مشکل ہوتا ہے۔

ہوسکتا ہے سوداء بنت زہرہ کلابیہ کے قصہ کا بھی دونوں نے ذکر کیا ہو۔ جب یہ پیدا ہوئی تو اس کے باپ نے دیکھا کہ اس کا رنگ نیلا اور اس کے بدن پر نشان تھے۔ اس نے اسے زندہ درگور کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اسے دفن کرنے کے لئے حجون کے قبرستان میں لے آیا۔ جب گورکن گڑھا کھودنے لگا تو اس نے ہاتف غیبی کی آواز سنی:

"تم اس بچی کو زندہ درگور نہ کرو اور اسے صحرا میں چھوڑ دو۔"

اس نے یہ آواز بار بار سنی، وہ لڑکی کو اس کے باپ کے پاس لے آیا اور اسے تمام حال

1۔ سیرت ابن ہشام 1: 166

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے آگاہ کیا۔ اس کے باپ نے کہا اسے چھوڑ دو، اسے کوئی شان حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ بڑی ہو کر قریش کی کاہنہ بن گئی۔ ایک دن بنوزہرہ سے کہا: "تم میں ایک نذیرہ ہے جو ایک نذیر (خطرہ سے بروقت آگاہ کرنے والا) کو جنم دے گی۔ اپنی لڑکیوں کو میرے پاس لاؤ" انہوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اس نے ہر لڑکی کے بارے میں جو پیش گوئی کی وہ سچ ثابت ہوئی حتیٰ کہ جب سیدہ آمنہ کی باری آئی تو کہنے لگی:

"یہی نذیرہ ہے، جو ایک نذیر کو جنم دے گی۔"(1)

1۔ الروض الانف: 1/ 41

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب چہارم

بیوہ دلہن

فراق

یثرب کی طرف قاصد

لوٹ کرنہ آنے والا مسافر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فراق

پھر جدائی کی گھڑی آ گئی۔ جب قافلہ والوں نے کوچ کا نقارہ بجایا تو حضرت عبداللہ نے اپنی رفیقہ حیات کو الوداع کہا، وہ فرطِ جذبات سے آپ کے ساتھ چمٹ گئیں۔ اس لمحہ ان کو طرح طرح کے خیالوں، وسوسوں اور وہموں نے گھیر لیا اور ان پر غم و اضطراب کی کپکپاتی لہریں چھا گئیں۔ حضرت عبداللہ کا خیال تھا کہ ان پر یہ کیفیت جدائی کے غم کی وجہ سے طاری ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے سیدہ کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا اور اپنے جسم کو ان سے جدا کیا۔

پھر صحن میں کھڑے ہو گئے اور اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا آمنہ! یہ چند ہفتوں کی بات ہے۔ میں جلد ہی واپس آ جاؤں گا۔ حضرت آمنہ نے انتہائی دھیمی آواز میں کہا میں یہاں اکیلی کیا کروں گی آپ تو جا رہے ہیں۔ آپ نے بڑے پیار سے جواب دیا تم میرے خیالوں اور یادوں میں گم رہنا جو تمہیں میری موجودگی کا احساس دلاتے رہیں گے اور میرے دل کی حفاظت کرنا جو میں تمہارے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میں تو خالی جسم کے ساتھ سفر پر جا رہا ہوں اور وہ بھی پاکیزہ زمین کی طرف مائل اور عزیز رفیق کا مشتاق رہے گا۔ یہ سن کر سیدہ آمنہ کے منہ سے آہ نکلی اور کہا عبداللہ! جدائی کی راتیں بڑی طویل ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ دروازے کی طرف بڑھے اور پیچھے مڑ کر کہا آمنہ! بھلی مانس، یہ کوئی پریشانی کی بات ہے؟ جدائی کی ان لمبی راتوں میں حسین خواب تمہارا دل بہلاتے رہیں گے۔ کیا تم بنت نوفل اور فاطمہ بنت مر کا قصہ بھول گئی ہو؟ ابھی چند ہی دن پہلے تم نے ایک حسین خواب دیکھا تھا، تمہیں یاد نہیں؟ بولتے بولتے آپ دروازے پر پہنچ گئے اور اپنے جذبات پر قابو رکھے جلدی سے باہر نکل گئے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی رہیں جس سے اب انہیں تنہائی کی وحشت محسوس ہونے لگی۔ انہوں نے دل پر ہاتھ رکھ لیا تاکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کہیں شدت جذبات سے پھٹ نہ جائے۔ تھوڑی دیر بعد آپ کی کنیز ام ایمن آتی ہیں اور بڑے پیار سے کمرے میں لے جاتی ہیں۔ بڑی نرمی، محبت اور الفت سے ان کی ڈھارس بندھاتی ہیں۔

شب و روز اسی طرح گزرتے رہے، سیدہ آمنہ فراق کے غم سے خلوت اختیار کر لیتی ہیں۔ آپ کے گھر والے اور حضرت عبدالمطلب آپ کو صحت کی خاطر اس تنہائی سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر آپ گھر والوں اور سہیلیوں کے ساتھ میل رکھنے کی بجائے خلوت گزیں ہی رہیں۔ شاید وہ اپنی اس خلوت میں دوسروں کی مداخلت اس لئے ناپسند کرتی ہوں کہ اس میں انہیں جانے والے کو یاد کر کے اپنے غم و اضطراب کو ہلکا کرنے کا موقع ملتا تھا۔

اس طرح ایک ماہ گزر گیا۔ اس میں کوئی نئی چیز رونما نہ ہوئی۔ سوائے اس کے کہ سیدہ آمنہ کو حمل کے آثار محسوس ہوئے۔ حمل کا یہ احساس آپ کے لئے بوجھ نہیں تھا بلکہ لطافت اور رقت کا باعث تھا۔ حافظ ابن سید الناس واقدی کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ وہب بن زمعہ کی پھوپھی بیان کرتی ہیں کہ:

''ہم سنا کرتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ جب حاملہ ہوئیں تو آپ فرمایا کرتی تھیں مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ میرے ایام ماہواری بند ہو گئے ہیں، اس سے پہلے یہ کبھی بند ہو جاتے تھے اور کبھی شروع ہو جاتے تھے۔ ایک روز میں نیم خوابی کے عالم میں تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا آمنہ! تمہیں معلوم ہے کہ تو حاملہ ہے۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر اس نے بتایا تم حاملہ ہو اور تیرے بطن میں اس امت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہوا ہے اور جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ پیر کا دن تھا۔ اُس دن مجھے حمل کا یقین ہوا۔'' (1)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ آمنہ نے فرمایا حمل سے وضع حمل تک میں نے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی۔'' (2)

1۔ عیون الاثر: 1/ 25　　2۔ ایضاً

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب آپ کو حمل کا علم ہوا تو آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! میں اڑ کر جاؤں اور حضرت عبداللہ کو یہ خوشخبری سناؤں۔ اس سے آپ کے چہرہ مبارک پر کچھ رونق لوٹ آئی۔ فراق کی تلخی کو کچھ اس چیز نے بھی کم کر دیا تھا کہ بہت سے دن بیت چکے تھے۔ ہر آنے والا دن انہیں اس ملاقات کے قریب کر رہا تھا جس کا وہ بڑی سے بے چینی سے منتظر تھیں۔ مبارک حمل سے ان کے یقین میں اور اضافہ ہو گیا تھا اور وہ خواہش رکھتی تھیں کہ جیسے ہی ان کا شوہر نامدار اپنے سفر سے واپس لوٹے تو سب سے پہلے وہ ان کو یہ خوشخبری دیں۔

دوسرے مہینے کے بھی چند دن گزر گئے۔ قافلہ کے واپس آنے کا وقت قریب تھا۔ سیدہ آمنہ باقی دن رات گن گن کر گزار رہی تھیں، استقبال کے لئے تیاریاں کر رہی تھیں۔ تصور کرتیں کہ ان کے شوہر نامدار واپس لوٹ آئے ہیں۔ وہ انہیں سفر کی مشکلات اور صعوبتوں کی روداد سنا رہے ہیں۔ سیدہ یہ بھی خیال کرتیں کہ یہ ہو سکتا ہے؟ کہ وہ صبر سے کام لے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فوراً خوشخبری نہ سنائے۔ نیز ان کی اپنی روداد سفر سنانے سے پہلے وہ اپنے سوتے اور جاگتے میں دیکھے ہوئے خواب چھپائے رکھے۔ قافلہ کے لوٹنے کے چند دن پہلے سیدہ آمنہ انہی خیالوں میں گم رہتیں۔

جب قافلہ کی آمد کے آثار ظاہر ہوئے تو آپ کے دل کی دھڑکن اور تیز ہو گئی اور صحن میں باہر کے دروازے کے قریب ہو کر انتظار کرنے لگیں کہ وہ یونہی نمودار ہوں تو ان کی پہلی جھلک وہ دیکھیں۔

انتظار کی یہ گھڑیاں جب طویل ہونے لگیں تو آپ کے دل میں طرح طرح کے وسوسے اور شکوک اٹھنے لگے۔ سیدہ کو پھر اچانک خیال آتا ہے کہ ان کی کنیز برکہ (ام ایمن) گھر میں نہیں ہے جب سے قافلہ کی آمد کی خبر پھیلی ہے اس دن سے قافلہ کی راہ تکنے گئی ہوئی ہے تاکہ سب سے پہلے وہ اپنی مالکن کو قافلے کے آنے کی خوشخبری سنائے۔ اسی اثناء میں ساتھ والے گھروں میں مسافروں کی آمد کا شور سنتی ہیں۔ خیال کرتی ہیں عبداللہ کہاں ہیں؟ انہیں کس چیز نے روک لیا ہے؟ وہ جلد کیوں نہیں آ رہے ہے؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شاید سفر سے واپسی پر طواف کرتے ہوئے انہیں کسی واقف کار نے روک لیا ہو۔ شاید آپ اپنے بوڑھے والد کے ساتھ آ رہے ہوں اور ان کے بڑھاپے کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہے ہوں۔

شاید یہ............شاید وہ............۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یثرب کی طرف قاصد

پھر باہر سے ہولے ہولے اٹھتے قدموں کی چاپ سنتی ہیں۔ ان کی نگاہیں دروازے پر لگ جاتی ہیں، مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا دیتی ہیں۔ پھر جب ایک لمحہ جوان پر صدیوں بھاری تھا، کے بعد دروازہ کھلتا ہے تو ان کے پاؤں سے زمین سرکتی نظر آتی ہے۔ وہ چپ چاپ، حیران وہیں کھڑی رہیں جہاں کھڑی تھیں۔

یہ کیا؟ یہ آنے والے عبداللہ تو نہیں۔ یہ تو بزرگ محترم عبدالمطلب ہیں۔ ان کے جلو میں ان کے والد اور دوسرے اعزہ واقارب اور پھر ان کے چہروں پر پریشانی اور اضطراب کے سائے اور ام ایمن بھی ان کے پیچھے سر جھکائے ہوئے ہے اور امڈ ہوئے آنسوؤں کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

وہب نے سیدہ آمنہ کے چہرے سے نظر بچاتے ہوئے کہا بیٹی! کچھ حوصلہ کرو۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ قافلہ واپس لوٹ آیا ہے، ہم اسی کے انتظار میں حرم شریف میں بیٹھے تھے۔ عبداللہ کے رفقاء نے ہمیں بتایا ہے کہ انہیں راستہ میں وبائی بخار نے آلیا تھا عنقریب صحت یاب ہونے کے بعد وہ تمہارے پاس لوٹ آئیں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے بھی انہیں دلاسہ دیتے ہوئے کہا آمنہ! یہ معمولی بخار ہے، کوئی گھبرانے کی بات نہیں۔ ان کے ساتھیوں نے بتایا ہے کہ وہ انہیں یثرب میں ان کے ماموں کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ میں نے اس کے بھائی حارث کو اسے لینے کے لئے یثرب بھیج دیا ہے۔ صبر سے کام لو۔

سیدہ آمنہ نے جواب دیا عمِ محترم! ضرور۔

پھر فوراً اپنے کمرہ میں چلی جاتی ہیں اور حضرت عبداللہ کی صحت کے لئے دعا میں اتنی مشغول ہو جاتی ہیں کہ انہیں اپنے ارد گرد کسی کا احساس ہی نہیں رہتا۔ لوگ انہیں اسی کیفیت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں چھوڑ کر بیت اللہ میں دعا کے لئے نکل جاتے ہیں۔اسی طرح دوسرا مہینہ بھی مکمل ہو جاتا ہے۔سیدہ آمنہ اپنے دل سے ناامیدی کو دور کرنے کی پوری کوشش کرتی ہیں اور اپنا اکثر وقت دعا میں گزارتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مسافر کو لائے جس کے لئے ایک بھاری فدیہ ادا کیا گیا۔

آپ کو جب بھی تھوڑی سی نیند آتی تو آپ کو پیدا ہونے والے عظیم بچے کا وہی خواب آتا جسے آپ اپنے شکم اقدس میں اٹھائے ہوئے تھیں اور اپنے بچے کی بزرگی اور اس کے نبی ہونے کی ہاتف غیبی سے بشارت سنتیں۔جب آپ نیند سے بیدار ہوتیں تو آپ کو حضرت عبداللہ کو نہ پا کر صدمہ ہوتا کہ کسے اپنا حسین خواب سناؤں اور کون یہ خوشخبری سنے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لوٹ کر نہ آنے والا مسافر

چند دنوں بعد............

حارث بن عبدالمطلب اکیلے ہی یثرب سے واپس لوٹتے ہیں اور اپنے بوڑھے باپ، سیدہ آمنہ اور دیگر بنی ہاشم اور قریش کو اپنے نوجوان بھائی کے وصال کی دردناک خبر سناتے ہیں۔

حضرت عبداللہ کو یثرب میں اپنے ماموں کے پاس اسی وقت ان کی اجل نے آلیا تھا جب قافلہ والوں نے انہیں ان کے پاس چھوڑا تھا۔ اصح روایت کے مطابق آپ یثرب ہی میں دفن ہوئے اور اس مرتبہ آپ کا کوئی فدیہ قبول نہ کیا گیا۔

یہ المناک خبر سنتے ہی سیدہ آمنہ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ آنکھیں پتھرا گئیں ان سے کوئی آنسو نہ نکلا۔ اس عالم میں آپ کے چہرہ پر رنج والم کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ چند دن تک یہی کیفیت رہی آپ کو حضرت عبداللہ کی رحلت کا یقین ہی نہ آتا تھا۔ آخر جب انہیں یہ یقین آ گیا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات لگ گئی۔ چنانچہ آپ نے حضرت عبداللہ پر دردوسوز سے معمور ایک مرثیہ کہا جسے سیرت نگاروں نے روایت کیا ہے:

"بطحاء وادی کے کنارے نے ہاشم کے بیٹے کو موت کی نیند سلا دیا۔ وہ مختلف پردوں میں لپٹا ہوا، مکہ سے باہر لحد کا پڑوسی بن گیا۔

موتوں نے اسے اچانک دعوت دی، جسے اس نے قبول کر لیا اور موت نے لوگوں میں ہاشم کے اس بیٹے کا کوئی مثیل باقی نہیں چھوڑا۔

شام کے وقت جب اس کے دوست اس کی چارپائی اٹھا کر لے جا رہے تھے تو وہ انبوہ کی وجہ سے باری باری کندھا بدل رہے تھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اگرچہ موت اور مشکلات نے اسے جھپٹ لیا ہے لیکن وہ درحقیقت بہت سخی اور بہت رحم والا تھا۔"

پھر آپ خاموش ہو گئیں، اس سے زیادہ کچھ نہ کہا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اچانک رحلت سے ان کے والد حضرت عبدالمطلب، ان کے بھائی اور بہنوں کو سخت صدمہ ہوا (1)۔ بلکہ نوجوان حضرت عبداللہ کے دیارِ غیر میں اس طرح انتقال فرمانے سے پورا مکہ سوگوار تھا، جس کی شادی کا جوڑا ابھی میلا نہیں ہوا تھا۔ ابھی چند دن پہلے جن کے فدیہ دینے پر لوگ خوشی سے نعرہ لگا رہے تھے آج رنج والم سے دھاڑیں مار کر رو رہے ہیں۔

جب آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہا، اس وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی (2)۔ یوں نوجوان دلہن بیوہ ہو گئی جس کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ بھی ابھی ماند نہیں پڑا تھا۔

1۔ النویری: 16/ 66

2۔ سہیلی: 1/ 185۔ اصح اور مشہور قول یہی ہے ابن مسعود کے نزدیک پچیس سال ہے اور صاحب عیون الاثر تیس سال بتاتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب پنجم

یتیم کی ماں

آثارِ ولادت

ورودِ مسعود

رضاعت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آثارِ ولادت

"ہر زمانے کے رسول نے اپنی قوم کو آپ ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی۔ سیدہ آمنہ کو یہ فضیلت مبارک ہو جس کی بدولت حضرت حواء کو بھی عظمت حاصل ہوئی۔" (بوصیری)

تعزیت کے لئے آنے والے تو چلے گئے............

لیکن گھر والے ابھی تک حضرت عبداللہ کی جدائی کا غم نہیں بھولے تھے جو یثرب سے دور اپنی قبر میں چپکے سے آرام فرما ہو گئے۔

اس بارے میں انہیں بڑی حیرت تھی کہ

اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی جلدی اپنے پاس بلا لینا تھا تو فدیہ میں کیا حکمت تھی؟ کون جانتا ہے کہ جس کے لئے حرم میں سو اونٹ ذبح کر کے انسانوں اور جانوروں کے لئے چھوڑ دیئے گئے تھے، موت اس کے قریب چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ہے۔ اس قسم کے سوال سیدہ آمنہ کے ذہن میں بھی اٹھتے تھے۔ وہ تنہائی میں جانے والے کے غم میں گھلتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ گھر والوں کو ان کی صحت کی فکر پڑ گئی۔ ہر ایک نے انہیں باری باری تسلی دینے کی کوشش کی لیکن ان پر ان تسلیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ انہوں نے صبر و تحمل کی تلقین کی۔ آپ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ آپ کا خیال تھا کہ یہ تو جانے والے محبوب کے ساتھ بے وفائی ہے کہ اسے یاد بھی نہ کیا جائے۔

سیدہ آمنہ کی یہ حالت دیکھ کر بنو ہاشم اور زہرہ کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ شوہر کی جدائی کا غم کہیں آمنہ کو بھی ہم سے جدا نہ کر دے۔

مہینہ بھر اہل مکہ اس اضطراب میں مبتلا رہے کہ بیوہ دلہن کو یہ غم کس انجام تک پہنچاتا ہے۔ ماہِ شوال کی رات ہے۔ عیادت کرنے والے سیدہ آمنہ کو گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آپ غم میں ڈوبی ہوئی ہر ایک مرد اور عورت سے پوچھتی ہیں:

اس فدیہ میں کیا حکمت پوشیدہ تھی؟ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی جلد اجل کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔

اس شادی کا اہتمام کس لئے تھا؟ جب تقدیر کے ہاتھ اس کے لئے یثرب میں قبر کھود رہے تھے۔

مگر جلد ہی انہیں اس حکمت کا الہام ہو جاتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں

"مجھے وہ حکمت معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ذبح کے بدلے میں فدیہ یونہی نہیں لیا بلکہ اس کے بدلہ انہیں مہلت دی ہے کہ وہ اس دوران میں اس امانت کو میرے سپرد کر دیں جسے میں اپنے بطن میں محسوس کر رہی ہوں، اور جس کے لئے میرا زندہ رہنا ضروری ہے۔"

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سیدہ آمنہ کو سکون اور اطمینان بخش دیا۔ جس سے انہوں نے اپنے تمام غموں کو جذب کر لیا اور اپنے اس بچے کے بارے میں سوچنے لگیں جو ان کے لئے نئی زندگی کا پیام لانے والا ہے اور جس کے لئے انہیں زندہ رہنا ہے۔

میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی مامتا سے پہلے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بارے میں وارد مختلف روایات کی طرف اشارہ کرنا چاہتی ہوں۔

کیا آپ کی وفات رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہوئی یا بعد میں؟ رسول اللہ ﷺ کے یتیم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ سورۂ ضحیٰ میں اس کا صراحۃً ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى (الضحیٰ:۶)

"کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی۔"

مشہور قول یہی ہے کہ آپ ﷺ بحالت یتیمی پیدا ہوئے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قول پر اکتفاء کیا ہے اور کسی اختلاف کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جلد ہی والد رسول عبداللہ بن عبدالمطلب وصال فرما گئے اور اس وقت رسول

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حاملہ تھیں(1)۔

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کو بعینہٖ ذکر کیا ہے۔اس میں کوئی اضافہ یا اس پر کوئی نقد و تبصرہ نہیں کیا۔جس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اناج لینے یثرب بھیجا،آپ کا وہاں انتقال ہوگیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام گئے،واپسی پر بیمار ہونے کی وجہ سے یثرب ٹھہر گئے اور وہیں نبی کریم ﷺ کی ولادت سے پہلے وصال فرما گئے۔

یہ روایت بھی تواتر سے ملتی ہے کہ جب دیہاتی عورتیں بچوں کو لینے مکہ آئیں تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ان کی یتیمی کی وجہ سے لینے سے انکار کر دیا۔

نہایۃ الأرب میں ہے کہ حضرت عبداللہ کے بھائی حارث آپ کو لینے کے لئے یثرب پہنچے۔تو آپ کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا چنانچہ آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔اس وقت رسول اللہ ﷺ ابھی اس دنیا میں جلوہ افروز نہیں ہوئے تھے۔(2)

لیکن سہیلی نے روض الأنف میں لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ کا وصال اس وقت ہوا جب رسولِ اللہ ﷺ پنگوڑے میں تھے۔یہ قول دولابی سے منقول ہے۔ایک قول کے مطابق حضور ﷺ کی عمر مبارک اس وقت دو ماہ یا اس سے کچھ زیادہ تھی،اسے ابوخیثمہ نے ذکر کیا ہے۔ایک اور قول کے طابق اس وقت سوا دو سال عمر تھی۔(3)

سیرت ابن ہشام کے ناشرین نے سہیلی کی اس عبارت کو بغیر کسی تحقیق کے حاشیہ میں لکھ دیا ہے۔برزنجی نے بھی اس اختلاف کی طرف معمولی سا اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشہور قول کے مطابق جب سیدہ آمنہ کے حمل کے دو ماہ مکمل ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد کا یثرب میں انتقال ہوگیا۔آپ شام سے واپس آتے ہوئے اپنی بیماری کی وجہ سے وہاں اپنے ناموں کے پاس ٹھہر گئے تھے۔(4)

1۔سیرت ابن ہشام:1/ 167
2۔نہایت الارب:6/ 66
3۔الروض الانف:1/ 184
4۔المولد النبوی:12

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شیخ علیش نے "المولد النبوی" کی شرح میں ان مختلف اقوال کی طرف اشارہ کیا ہے جن کو علامہ برزنجی نے نقل کیا ہے۔ یعنی:

"جب والدِ رسول اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت حضور ﷺ کی عمر سات ماہ تھی اور بعض کے نزدیک سوا دو سال تھی۔"

ان روایات سے قطع نظر، جب ہم جدید سیرت نگاروں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو انہیں اسی بات پر مطمئن پاتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کی رحلت اس وقت ہوئی جب رسول خدا ﷺ ابھی شکم مادر میں جلوہ فرما تھے۔ بودلی نے اپنی کتاب "الرسول" میں لکھا ہے:

"حضرت عبداللہ، حضرت عبدالمطلب کو اپنے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ عزیز اور پیارے تھے۔ غالب گمان یہی تھا کہ وہی اپنے والد کے جانشین بنتے، لیکن موت نے انہیں مہلت نہ دی۔ وہ سیدہ آمنہ سے شادی کرنے کے بعد ایک تجارتی سفر کے دوران انتقال کر گئے۔ ان کی قسمت میں اپنے عظیم بیٹے کا دیدار نہیں تھا جو ان کے وصال کے چند ماہ بعد اگست 570ء میں پیدا ہوا۔" (1)

فلپ ہٹی نے بھی رسول اللہ ﷺ کی ولادت سے قبل آپ کے والد حضرت عبداللہ کی وفات کا ذکر کیا ہے اور پھر اس کے بعد کسی قسم کے اختلاف کا اشارہ نہیں کیا۔ (2)

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل کامل اعتماد اور اطمینان سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ جب اپنے آخری سفر پر شام گئے تو حضرت آمنہ اس وقت حاملہ تھیں۔ حضرت عبداللہ کے وصال کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے ہیں، سیدہ آمنہ بیت اللہ میں حضرت عبدالمطلب کو خوشخبری بھیجتی ہیں کہ آپ کا پوتا ہوا ہے۔

مگر بعض جدید مفکرین ان روایات کو ترجیح دیتے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے بعد آپ کے والد گرامی کی وفات کا ذکر ہے اور ان میں ہمارے استاذ امین خولی بھی شامل ہیں۔ وہ ان روایات کی اسناد قوی ہونے کی بناء پر ان کو پہلی روایات پر ترجیح نہیں دیتے بلکہ وہ علم نفسیات کے اس مفروضہ سے استدلال کرتے ہیں کہ حمل کے وقت

1۔ الرسول، 28   2۔ تاریخ العرب، صفحہ 135

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ماں کی ذہنی کیفیات کا بچے کے جسم، اخلاق، اعصاب پر اثر پڑتا ہے اور حضور ﷺ کی حیات مقدسہ آپ کے جسم اعصاب کے صحت مند ہونے کی گواہی دیتی ہے۔ آپ نے زندگی کے کئی معرکوں میں حصہ لیا کہ ان میں سے صرف ایک معرکہ ہی انسان کا جسمانی، اعصابی اور ذہنی امتحان لینے کے لئے کافی ہے۔ اور آپ زندگی کے تمام معرکوں میں دوسروں کے لئے نمونہ کامل تھے اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ عرصہ حمل میں کسی اعصاب شکن غم سے دوچار نہیں ہوئیں اور نہ انہیں بیوگی کا رنج اٹھانا پڑھا جس سے آپ کا اطمینان اور راحت جاتی رہتی۔

ان کا یہ استدلال ذاتی رائے ہے، دلائل کے ساتھ نہیں۔ اگرچہ سورۂ ضحیٰ کی آیت کریمہ دونوں اقوال کی تائید کرتی ہے لیکن قدیم سیرت نگاروں کے نزدیک پہلا قول ہی زیادہ اصح ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی مشہور ہے کہ پیدائش کے پہلے دن ہی حضرت عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کی کفالت اپنے ذمہ لے لی اور اس یتیمی کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورتوں نے آپ کو نہ لیا۔

اور یہاں تک کہ حالت حمل میں سیدہ آمنہ کی ذہنی کیفیت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں یہ ہے کہ اس دوران آپ نے جو خواب دیکھے اور جو ہاتف غیبی سے بشارتیں سنیں، انہوں نے آپ کے غم کو کافی حد تک ہلکا کر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وافر سکون و اطمینان عطا فرما دیا تھا۔

مکہ کے گھر گھر میں یہ پر مسرت خبر پہنچ چکی تھی۔ قریشی عورتیں جوق در جوق آپ کو مبارکباد دینے آ رہی تھیں اور اس ولد مسعود و مبارک کی جلوہ گری کے موقع پر ملنے والی بشارتوں کو غور سے سن رہی تھیں ان دنوں جزیرۂ عرب میں نبی منتظر کا چرچا عام تھا۔ یہود و نصاریٰ کے علماء اور عرب کے کاہنوں نے خبر دی تھی کہ ان کی آمد کا زمانہ بالکل قریب ہے۔ (1)

ممکن ہے کہ ابتداء میں عربوں نے اس امر کی طرف توجہ نہ دی ہو لیکن میں پورے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ سیدہ آمنہ نے ان مبشرات پر پوری توجہ دی ہوگی۔ انہیں ابھی تک

1۔ تفصیل کے لئے شمائل ترمذی، الشفاء، سیرت ابن ہشام، الروض الانف، عیون الاثر، نہایۃ الادب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں بھولا ہوگا کہ عرب کے نوجوانوں میں ان کے خاوند کو ہی عظیم فدیہ کے لئے منتخب کیا گیا تھا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فداء کے بعد تاریخ میں کوئی ایسا واقع نہیں ہوا تھا۔

آپ کے کانوں میں ورقہ بن نوفل کی بہن اور فاطمہ بنت مر کی باتوں کی بازگشت گونج رہی ہوگی۔ ایک نے کہا تھا شادی کے بعد عبداللہ کی پیشانی سے نور غائب ہوگیا ہے۔ دوسری نے کہا تھا عبداللہ کی پیشانی کی چمک بنت وہب لے گئی ہے اور اس نے عبداللہ میں دوسری عورتوں کے لئے کوئی دلکشی نہیں چھوڑی۔

ان امور کے ساتھ ساتھ آپ کا تعلق مکہ میں حکمران خاندان کے ساتھ تھا اور اس ماحول کی عورتوں کی شان یہ تھی کہ وہ اعلیٰ مقاصد کی مالک ہوتی تھیں اور ایسے عظیم بچے کی خواہش رکھتی تھیں کہ عظمت و بزرگی میں جس کا کوئی مقابل نہ ہو۔

جمہور مسلم مؤرخین نے ان روایات پر اعتماد کیا ہے جن میں حمل کے وقت سیدہ آمنہ کے لئے مبشرات ثابت ہیں اگرچہ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اس مقام پر ان کی طرف اشارہ کئے بغیر ہی گزر گئے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"پھر جب سیدہ آمنہ کے حمل کے ایام مکمل ہوگئے انہوں نے بچے کو جنم دیا جس طرح ہر عورت جنم دیتی ہے۔" (1)

اکثر مستشرقین بھی ان روایات کا صریح انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ بودلی جوان میں سب سے زیادہ منصف مزاج اور رسول خدا ﷺ کی شخصیت کا مداح ہے، نے بھی ان روایات کو قبول نہیں کیا۔ وہ اپنی کتاب "الرسول" میں کہتا ہے:

"رسول خدا ﷺ کی ولادت کے وقت کوئی عجیب اسرار ظاہر نہیں ہوئے۔ قطع نظر ان چند خرافات کے جن کو عقل قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ نہ ہی کوئی بشارت دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں، نہ ہی ولادت سے قبل ان کی والدہ نے ملائکہ کو دیکھا ہے اور نہ ہی ان کی آمد کی بشارت دی گئی ہے بلکہ جس طرح ہر عورت حمل کے بعد بچہ جنتی ہے اسی طرح آپ کی والدہ نے آپ کو جنا۔" (2)

1۔ حیات محمد: 69   الرسول: 25

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مجھے سخت حیرت ہے کہ اس قسم کی عبارت بودلی جیسے شخص کے قلم سے نکلی ہے، جس کی اعتدال پسندی اور تاریخ کے حوالے سے اس کی سخت امانت داری اور درست اسلوب کا مجھے بھی اعتراف ہے۔ اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح عام عورتیں حاملہ ہوتی ہیں اور بچہ جنتی ہیں۔ اسی طرح محمد ﷺ کی والدہ حاملہ ہوئیں اور انہیں جنا، مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اس نے سیدہ آمنہ کے ساتھ پیش آنے والے ان واقعات کا کیوں انکار کیا ہے۔ حالانکہ یہ تو وہ حقائق ہیں جو اُن حالات میں کسی بھی عورت کے ساتھ پیش آ سکتے یعنی وہ حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی اور یہ واقعات رونما ہوتے۔

حد درجہ حیرت تو اس بات پر ہے کہاس نے سیدہ آمنہ کے دل میں آنے والے خیالات کو خرافات کیوں قرار دیا؟ کیا انہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والے بچہ کے بارے میں عظمت و بزرگی کی نیک آرزو کریں۔

بودلی اگر علم نفسیات والوں سے پوچھے تو وہ سیدہ آمنہ کے خوابوں کو خرافات قرار دینے کو ناپسند کرے حقیقتاً تو خرافات یہ ہیں کہ ہم سیدہ آمنہ کو ان کی بشریت اور مامتا کی آرزوؤں سے جدا کر رہے ہیں۔ جب بھی کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے تو وہ اپنی فضا اور ماحول کے مطابق اپنے بچہ کے لئے اعلیٰ مناصب کی آرزو کرتی ہے۔ سیدہ آمنہ کے ماحول میں عظمت و شرافت اور حسب و نسب کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اسی طرح ان کے خاوند حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی زندگی بھی ایسے کمالات سے لبریز تھی جن میں کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں تھا۔ ان حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ سیدہ آمنہ خواب میں دیکھیں کہ انہیں کوئی خوشخبری دے رہا ہے کہ تم اس امت کے سردار کو جنم دو گی۔ ہند بنت عتبہ کو جب کسی نے خوشخبری دی کہ اس کا بیٹا اپنی قوم کا سردار بنے گا تو اس نے جواب دیا اس کی ماں اسے روئے! اگر وہ اپنی قوم کا سردار نہ بنا۔ سیدہ آمنہ تو اس سے اس بات میں زیادہ حقدار ہیں۔ ہم بودلی اور دیگر جدید مفکرین کو یہی کہہ سکتے ہیں کہ سیدہ آمنہ ان تمام احوال میں ایک عورت ہی کی مثل ہیں۔ ہم انہیں ان روایات کو تسلیم کرنے پر مجبور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نہیں کر سکتے۔ جن کو عرب راویوں نے نقل کیا ہے۔ جن میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل عرب کی کئی ایک حاملہ عورتوں نے ہاتف غیبی سے پیدا ہونے والے بچوں کی عظمت و بزرگی کی بشارت سنی۔

عمرو بن کلثوم کی والدہ لیلیٰ بنت مہلہل کے بارے میں روایت کیا جاتا ہے کہ جب وہ حاملہ ہوئی تو اسے ہاتف غیبی سے یہ آواز آئی:

"اے لیلیٰ! تجھے وہ عظیم بچہ مبارک ہو، جو شیر کی طرح بڑھ کر حملہ کرے گا۔ جو بنی جشم سے ہے، جن کی بہت بڑی تعداد ہے، میں ایسی بات کہہ رہا ہوں جس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں۔"

عمرو بن کلثوم ابھی ایک سال کا ہوا تھا کہ وہ ہاتف غیبی ایک رات دوبارہ آیا اور کہا:

"اے ام عمرو! میں تیرے لئے بڑے عظیم اور کریم الاصل بچے کا ضامن ہوں۔"

جو ببر شیر سے بھی زیادہ بہادر ہے اور پندرہ سال کی عمر میں اپنی قوم کا سردار بنے گا۔"

مؤرخین کہتے ہیں کہ عمرو بن کلثوم کی عمر ابھی پندرہ سال نہیں ہوئی تھی کہ اپنی قوم کا سردار بن گیا تھا۔

اسی طرح مؤرخین نے روایت کیا ہے کہ حاتم طائی کی والدہ عتبہ بنت عفیف کے پاس بھی ایک ہاتف غیبی آیا اور اس سے پوچھا کیا تمہیں ایک سخی لڑکا، جسے حاتم کے نام سے پکارا جائے گا، زیادہ پسند ہے یا عام لوگوں کی طرح دس لڑکے۔ اس نے جواب دیا: نہیں، مجھے حاتم پسند ہے۔

اسی طرح حبیبہ بنت رباح الغنویہ کو ایک رات خواب میں ہاتف غیبی نے آواز دی۔ تمہیں دس کمزور لڑکے پسند ہیں یا تین دس کے برابر۔ دوسری رات اسے پھر یہی خواب آیا۔ اس نے اپنے خاوند کو بتایا۔ اس نے کہا: اگر تیسری بار آئے تو اسے کہنا: تین، دس کی مثل۔ اس نے خالد، مالک اور ربیعہ تین بیٹوں کو جنم دیا اور ان کی وجہ سے اس کا عرب کی مشہور عورتوں میں شمار ہوتا تھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بودلی نے متقدمین مسلم سیرت نگاروں کی کتب کو اپنی کتاب "الرسول" کا ماٗخذ اور مصدر قرار دیا ہے بلکہ اس نے عربوں کے اقوال پر بھی اعتماد کیا ہے۔ جو گو گزر چکے ہیں مگر ان کی نسلیں آج بھی جزیرۂ عرب میں سکونت پذیر ہیں کیونکہ اس کا خیال ہے کہ یہ عرب لوگ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں اس طرح گفتگو نہیں کرتے جس طرح ایک غیر معروف اور مجہول شخص کے بارے میں کرتے ہیں۔ آپ بکریاں چراتے تھے اور وہی کپڑے زیب تن کرتے جو یہ پہنتے اور انہی کی طرح اونٹ پر سوار ہوتے۔ ان کی گزر اوقات بھی انہی کھجوروں پر تھی جن پر ان کی تھی۔ اس طرح یہ لوگ ہر امر میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ اس اعتبار سے تو وہ ان کے قبیلہ کے ایک فرد ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے تیرہ سو سال قبل کے ان حالات کو لکھنا، میرے لئے الزبتھ کے دور میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں گزری ہوئی زندگی کے حالات لکھنے سے زیادہ آسان ہے بلکہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی جنگ آزادی کے بارے میں لکھنے والے مؤرخ کی بھی نسبت میرے لئے آسان ہے کیونکہ حضرت محمد ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرامؓ موجود تھے۔ جو اپنی اولاد کو آپ کے حالات و واقعات بتاتے رہے تھے۔

"میں خود بڑے عربوں کو جانتا ہوں، مجھے ان سے محبت ہے، میں ایک عرصہ تک ان کے خیموں میں مقیم رہا۔ مجھے ان کے خیموں سے انس ہے۔"

ان خیالات کے باوجود بودلی قبل از ولادتِ رسول ﷺ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ کو پیش آنے والی مبشرات اور واقعات کا کیوں منکر ہے؟ جن پر سیرت نگاروں کا اجماع ہے۔

خوابوں اور مبشرات کے بارے میں اس قسم کا موقف اختیار کرنے میں شاید بودلی اور اس کے پیروکاروں کے پاس کوئی عذر ہو مگر ہمارے نزدیک یہ دلائل نبوت میں سے ہیں ان حقائق کے انکار کے لئے ان کے پاس کیا عذر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ سیدہ آمنہ سے پہلے اور آپ کے بعد قیامت تک آنے والی عورتیں اس قسم کے خواب دیکھتی رہی ہیں اور دیکھتی رہیں گی۔ کیا زیادہ سے زیادہ یہی نہیں کہ یہ ایسی حالت ہے جس سے ہر عورت گزرتی ہے اور اس کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بچہ عزت وعظمت کے اس مقام پر پہنچے جہاں کوئی دوسرا نہ پہنچ سکے۔ ہاں عورت کے ذاتی حالات اور ارد گرد کے ماحول کی نوعیت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

سیدہ آمنہ بنو زہرہ کے سردار کی صاحبزادی تھیں۔ ان کی ولادت بیت اللہ کے پڑوس میں ہوئی تھی۔ بیت اللہ کی عظمت ورفعت کے پیش نظر ان کو یہ ایک ممتاز حیثیت حاصل تھا وہ اسی ماحول میں پل کر جوان ہوئیں۔ پھر ان کی شادی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ ہوئی۔ سو اونٹ، جن کے فدیہ میں ذبح کئے گئے۔ اسی طرح ان کے جد اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے لئے جنت سے مینڈھا بھیجا گیا اور پھر اس وقت وہ مقام و مرتبہ اور نسب کے اعتبار سے قریش کی افضل ترین عورت تھیں۔ جیسا کہ ابن اسحاق اور دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے۔

پھر انہوں نے یہ واقعات بھی سنے تھے کہ مکہ کی عورتیں ان کے خاوند کے ساتھ شادی کرنے کی بڑی آرزو مند تھیں اور جب ان کے ساتھ نکاح ہو گیا تو سب نے رخ پھیر لیا۔ ممکن ہے ان عورتوں کی پیش کش حضرت عبداللہ کے فدیہ کے طور پر سو اونٹ ذبح کرنے کی وجہ سے متاثر ہونے کی بناء پر ہو لیکن پھر بھی سیدہ آمنہ نے اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور قبول کیا ہوگا۔

کیا ان حالات میں ان کا یہ حق نہیں بنتا کہ وہ اس قسم کے خواب دیکھتیں اور اپنے ہونے والے بچے کے بارے میں بلند سے بلند ارمان رکھتیں۔ جب نبی کریم ﷺ کا نور آپ کے جسم اطہر میں منتقل ہوا تو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نکلا ہے جس نے اپنے ارد گرد کے ماحول کو روشن کر دیا ہے۔

یہ صحیح روایت تواتر کے ساتھ مروی ہے۔

سیدہ آمنہ کا تذکرہ، جہاں ہم نے چھوڑا تھا، پھر وہیں سے شروع کرتے ہیں۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ کے وصال کے بعد سیدہ آمنہ نے سخت غم وحزن میں ایام گزارے پھر ہونے والے بچہ کی وجہ سے آپ کو کچھ تسلی ہوئی۔

ایک شام حضرت عبدالمطلب سیدہ آمنہ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور انہیں قریش

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے ساتھ مکہ سے نکلنے کی تیاری کا حکم دیتے ہیں کیونکہ یمن کا بادشاہ ابرہہ ہاتھیوں کا بہت بڑا لشکر لے کر مکہ پر حملہ کرنے کے لئے چڑھ آیا تھا۔ آپ نے اہل مکہ کو ارد گرد کی گھاٹیوں اور غاروں میں پناہ لینے کا حکم دیا۔ سیدہ آمنہ کو بھی ابرہہ کے اس لشکر کی آمد کا حال معلوم تھا تاہم آپ کے خیال میں نہیں تھا کہ معاملہ اس حد تک بڑھ جائے گا کہ قریش اپنے اس بلد امین کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ سیدہ آمنہ نے حضرت عبدالمطلب سے پوچھا چچا جان! مجھے خبر ملی تھی کہ قریش، کنانہ، ہذیل اور مکہ میں مقیم دوسرے قبائل اس لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے متفق ہو گئے تھے لیکن اب کیا وجہ ہے کہ کعبہ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں وہ اس کے دفاع کے لئے دشمن سے مقابلہ نہیں کر رہے؟ آپ نے جواباً فرمایا اس لئے کہ انہوں نے جان لیا ہے کہ ان میں ابرہہ کے عظیم لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ اس لئے انہوں نے ایسے معرکہ میں شریک ہونے کو ناپسند کیا ہے جس میں دشمن کے سامنے قریش کی طاقت بھی ضائع ہو اور انہیں بعد میں شکست کی شرمندگی بھی اٹھانا پڑے۔

یہ سن کر سیدہ آمنہ تھوڑی دیر خاموش رہیں۔ پھر اچانک انہیں حضرت عبدالمطلب کی اُحباش کے امیر کے ساتھ ملاقات یاد آ گئی۔ آپ نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا ہاں میری اس سے ملاقات ہوئی ہے۔ اس نے ہی خواہش ظاہر کی تھی، میری کوئی خواہش نہ تھی۔ ابرہہ جب مکہ کے قریب پہنچا تو اس نے حناطہ حمیری کو بلایا اور اسے کہا مکہ جاؤ اور وہاں اہل مکہ کے سردار کے بارے میں پوچھو اور اسے مل کر میرا یہ پیغام پہنچاؤ:

"ہمارے بادشاہ کا فرمان ہے کہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے نہیں آیا۔ میں فقط کعبہ کو گرانے کے لئے آیا ہوں۔ اگر تم نے کسی قسم کا تعرض نہ کیا تو مجھے تمہارا خون بہانے کی ضرورت نہیں۔"

اس کے بعد بادشاہ حناطہ کو کہتا ہے کہ اہل مکہ نے میرے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ نہ کیا تو سردار کو میرے پاس لے آنا۔ حناطہ میرے پاس آیا اور اس نے ابرہہ کا پیغام مجھے پہنچایا۔ میں نے اسے جواب دیا: اللہ کی قسم، ہم اس کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ نہیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رکھتے اور نہ ہی ہم میں اس کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے خلیل کا مقدس گھر ہے۔ اگر وہ اس کی حفاظت کرتا ہے تو یہ اس کا گھر اور حرم ہے اور اگر وہ ابرہہ کو اسے تباہ کرنے کی رخصت دے دیتا ہے تو ہم میں اس کا دفاع کرنے کی طاقت نہیں۔ یہ بات سن کر حناطہ نے کہا میرے ساتھ چلو۔ بادشاہ نے مجھے تمہیں ساتھ لے جانے کا حکم دیا۔ میں اپنے چند آدمی لے کر ان کے ساتھ چل دیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ان کے ایک شخص نے بادشاہ کو اطلاع دی۔ اے بادشاہ! قریش کے سردار اجازت کے طالب ہیں۔ یہی مکہ کے تجارتی قافلہ کے نگران ہیں۔ لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں حتیٰ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جنگلی چرند پرند بھی ان کے دسترخوانِ کرم سے محروم نہیں رہتے۔ جب میں داخل ہوا تو ابرہہ ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے میری بڑی عزت و تکریم کی۔ کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ اس نے یہ پسند نہ کیا کہ خود تخت پر بیٹھے اور مجھے نیچے بٹھائے اور یہ بھی نامناسب سمجھا کہ مجھے اپنے ساتھ تخت پر بیٹھائے مبادا لشکر کے لوگ اس کا برا منائیں۔ چنانچہ ابرہہ اپنے تخت سے نیچے اترا اور قالین پر بیٹھ گیا اور مجھے اپنے ساتھ قالین پر بٹھایا، پھر ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھو۔ کس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے میرے دوسو اونٹ پکڑ لئے ہیں وہ مجھے واپس دیئے جائیں۔ یہ بات سن کر بادشاہ کے چہرے سے یہ محسوس ہوا کہ اس کے نزدیک میرے مقام و مرتبہ کا وہ تاثر نہیں رہا اور میرے متعلق اس کے خیالات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ اس نے بڑی درشتی سے اپنے ترجمان سے کہا انہیں کہو۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تھا تو میں آپ سے بہت متاثر ہوا تھا۔ لیکن جب آپ نے یہ بات کی ہے تو میری نگاہوں سے آپ کی قدر و منزلت گر گئی ہے۔ آپ دوسو اونٹوں کے بارے میں تو مجھ سے پوچھ رہے ہیں، لیکن اس گھر کے بارے میں کچھ نہیں چاہتے جسے میں گرانے کے لئے آیا ہوں۔ حالانکہ وہ آپ کا اور آپ کے آباء و اجداد کا دین ہے۔ میں نے فوراً جواب دیا میں صرف ان اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ابرہہ نے بڑے غرور سے کہا کوئی بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کعبہ کو میری زد سے نہیں بچا سکے گا۔ میں نے اسے جواب دیا تو جان اور وہ جانے۔ میرے ساتھ بنو ہذیل کا سردار تھا۔ اس نے ابرہہ کو پیش کش کی کہ تہامہ کا ایک تہائی مال لے لو اور واپس لوٹ جاؤ، اللہ کے اس گھر کو نہ گراؤ۔ اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں انکار کر دیا اور اپنے سپاہیوں کو میرے اونٹ واپس کرنے کا حکم دیا، میں مکہ واپس لوٹ آیا اور قریش کو تمام صورتِ حال کی خبر دی اور انہیں مکہ سے باہر نکلنے کا حکم دیا۔ پھر میں وہاں سے اٹھا اور بیت اللہ میں آیا، میرے ساتھ کچھ دوسرے قریشی بھی تھے۔ میں نے بیت اللہ کے دروازے کا حلقہ پکڑا اور ہم سب اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے اور ابرہہ اور اس کے لشکر پر فتح و نصرت کی درخواست کرنے لگے۔

اس موقع پر حضرت عبدالمطلب نے لحہ بھر اپنا سر جھکایا، پھر آسمان کی طرف اٹھا کر اور باب کعبہ کا حلقہ پکڑے ہوئے بڑی عاجزی وانکساری سے عرض کی:

"اے اللہ! بندہ بھی اپنے کجاوہ کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔
ایسا نہ ہو کہ ان کی صلیب کل تیرے گھر پر غالب آجائے اور نصب کر دی جائے،
اگر تو ان کو اور ہمارے قبلہ کو آزاد چھوڑنے والا ہے تو جیسے تیری مرضی ہو، ایسے ہی کر۔" (1)

"اے میرے پروردگار! مجھے ان کے مقابلہ کے لئے تیرے سوا کسی اور سے امید نہیں۔
اے میرے رب! ان سے اپنے گھر کو محفوظ رکھ۔
یقیناً تیرے گھر سے دشمنی کرنے والا تیرا دشمن ہے۔
اپنے گھر کو تباہ و برباد کرنے سے انہیں روک دے۔"
یہ سن کر سیدہ آمنہ بھی یہ اشعار گنگنانے لگیں۔

پھر سیدہ آمنہ کو الوداع کہا اور گھر سے باہر جانے سے پہلے فرمانے لگے میں صبح کسی کو بھیج دوں گا، اس کے ساتھ تم بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ شامل جانا۔

اس کے بعد سیدہ آمنہ اپنے عظیم بچہ کے بارے میں سوچنے لگیں، جس کی پیدائش کا

1۔ سیرت ابن ہشام: 1/ 53

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقت قریب تھا۔ ان کے لئے یہ تصور انتہائی تکلیف دہ تھا کہ وہ اپنے بچے کو مکہ شریف اور اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہ کے گھر سے دور کہیں اور جگہ جنم دیں۔ یہ تصور سیدہ آمنہ کی پریشانی اور رت جگے کا باعث ہو سکتا تھا۔ لیکن آپ اپنے بستر پر لیٹ گئیں۔ آپ کو پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر کی حفاظت فرمائے گا۔ اس لئے آپ مطمئن ہو کر سو گئیں۔ طلوع فجر کے بعد آپ بیدار ہوئیں۔ آپ کی یہی خواہش تھی کہ آپ بیت اللہ کے جوار ہی میں ٹھہری رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دے۔ چاشت کا وقت ہو گیا تھا۔ آپ کی قوم کا کوئی فرد آپ کو لینے نہ آیا۔ شام کا وقت قریب تھا۔ آپ اس فکر میں تھیں کہ حضرت عبدالمطلب نے کسی آدمی کو کیوں نہیں بھیجا۔ یہ کیسا حیرت انگیز سکوت مکہ کی فضا پر چھایا ہوا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہر ذی روح نے اپنی سانسوں کو روک لیا ہے پھر انتہائی جنوب کی سمت آپ کو ایک مبہم سا شور سنائی دیا۔ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ خوشی کے نعرے ہیں، دعا ہے، یا رونے کی چیخ و پکار ہے؟

بہر حال، کوئی معاملہ ضرور ہے۔

سیدہ آمنہ اسی انتظار میں تھیں، حتیٰ کہ جب سورج غروب ہونے کے بالکل قریب تھا تو ان کی قوم کے کچھ لوگ بھاگتے ہوئے آئے۔ اس لئے نہیں کہ وہ آپ کو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں لے جائیں بلکہ وہ آپ کو نجات کی خوشخبری سنانے کے لئے آئے تھے۔

پھر مکہ میں یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔

ان لوگوں نے آ کر بتایا کہ ابرہہ مکہ میں داخل ہونے کے لئے بالکل تیار تھا۔ اس نے اپنی فوج کو بیت اللہ پر حملہ کرنے کے لئے صف آراء کیا۔ جب وہ ہاتھی کا منہ بیت اللہ کی طرف کرتے تو وہ بیٹھ جاتا۔ انہوں نے لوہے کے گرز سے اس کے سر پر ضربیں لگائیں، پھر اس کے پیٹ کے نیچے ایسے عصا سے چرکے لگائے جس کا سنان ٹیڑھا کیا ہوا تھا۔ وہ لہولہان ہو گیا لیکن اس نے اٹھنے کا نام نہ لیا پھر اس کا رخ یمن کی طرف کیا تو بھاگنے لگا۔ شام کی طرف موڑا تو بھاگنے لگا مشرق کی طرف اس کا رخ کیا تو بھاگنے لگا پھر جب مکہ کی طرف اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کا منہ کیا گیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔ آخر اللہ نے ابابیل بھیج کر ان پر عذاب مسلط کر دیا جنہوں نے ان کو بھوسہ بنا کر رکھ دیا ان میں ایک مہلک وباء پھیل گئی۔ جس کے جراثیم کو ابابیل نے پھیلایا تھا(1)۔

خوف و ہراس کی وجہ سے ان پر جنون کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ جس راستہ سے آئے تھے اسی راہ سے بھاگ نکلے وہ نفیل بن حبیب خثعمی کی تلاش میں تھے۔ ابرہہ کا لشکر جب بنو خثعم کے علاقہ سے گزرا تو یہ نفیل بن حبیب اپنی قوم کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے نکلا۔ ابرہہ نے اسے قید کر لیا تھا اس نے اپنی جان چھڑانے کے لئے کہا مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میں سرزمین عرب پر تمہارے لشکر کی راہنمائی کروں گا۔ جب نفیل نے ان کی چیخ و پکار سنی کہ وہ انہیں یمن کا راستہ بتائے تو اس نے بلند آواز سے کہا:

"اب بھاگنے کا راستہ کہاں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تعاقب میں ہے اور ہونٹ کٹا ابرہہ مغلوب ہے۔ اب اسے غلبہ نصیب نہیں ہو سکتا۔"

یا اس نے یہ کہا:

"لشکر کا ہر شخص پوچھ رہا تھا، نفیل کہاں ہے؟ گویا میں ان حبشیوں کا مقروض ہوں۔ اس لئے مجھ پر لازم تھا کہ اس آڑے وقت میں ان کی مدد کرتا۔"

اس طرح وہ گرتے پڑتے مکہ سے نکلے۔ جہاں کہیں انہیں پانی نظر آتا وہ اس پر ٹوٹ پڑتے۔ ابرہہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس کے جسم کی عجیب حالت تھی۔ اس کی انگلیوں کے پورے ایک ایک کر کے گرنے لگے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق سرزمین عرب میں اس واقعہ سے پہلے چیچک کی بیماری نہیں پائی جاتی تھی۔

قریش بیت اللہ شریف میں جمع ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور شکر و امتنان بجالاتے ہوئے طواف کرنے لگے۔ دعا کرنے والوں کی دعاؤں اور شعراء کے قصائد سے مکہ کی فضا گونج اٹھی۔

1۔ یہ مصنف کی ذاتی رائے ہے جمہور علماء و سیرت نگاروں کے خلاف ہے (القادری)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"وہ مکہ کی وادی کو چھوڑ کر بھاگ گئے، مکہ زمانہ قدیم سے ہی مامون و محفوظ ہے۔
لشکر کے سپہ سالار سے پوچھو، تم نے کیا دیکھا۔ عنقریب اس واقعہ کو جاننے والے، ناواقفوں کو اطلاع دیں گے۔
ساٹھ ہزار کا لشکر اپنی زمین کو نہیں لوٹا بلکہ ان میں سے بیمار بھی لوٹنے کے بعد بچ نہ سکے۔"

یہ صدا اور گونج سیدہ آمنہ کے کان میں بھی پہنچ گئی۔ وہ سجدہ شکر میں پڑ گئیں۔ ان کا روئے اقدس نورِ ایمان وایقان سے چمکنے لگا۔ انہوں نے ایک عجیب سی مسرت محسوس کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے اور ان کے بیٹے کے مقدر میں نہیں لکھا تھا کہ اس کی پیدائش بلد حرام سے باہر ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ورودِ مسعود

(حضور ﷺ) سراپا ہدایت کی پیدائش ہوئی اور تمام
کائنات روشن ہوگئی، زمانہ کے لبوں پر مسکراہٹ رقص
کرنے لگی اور زبان حمد وثناء کے ترانے کہنے لگی۔ جبریل
اور ملائکہ کی جماعت آپ ﷺ کے اردگرد حلقہ بنائے
ہوئے ہے اور دین ودنیا کو آپ کی آمد کی مبارک دے
رہے ہیں۔
اس خوشی میں عرش جھوم رہا ہے، بہشت فخر کر رہا ہے حتیٰ
کہ خوبصورت سدرۃ المنتہیٰ بھی خوشی سے پھولے نہیں سما
رہا ہے۔ (شوقی)

پھر اس واقعہ کی تھوڑی مدت بعد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر پھیل گئی۔ بعض مؤرخین نے یہ مدت پچاس دن ذکر کی ہے۔ یہی زیادہ مشہور ہے جیسا کہ سہیلی نے "الروض الألف" میں بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش مبارک اسی دن ہوئی جس دن فیل والا واقعہ پیش آیا۔ دوسرے مؤرخین نے اسی پر اکتفاء کیا ہے کہ آپ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔

سیدہ آمنہ نے ربیع الاول کی ایک رات دوبارہ وہی خواب دیکھا۔ ہاتفِ غیبی نے مجھے پھر آواز دی۔ تم عنقریب اس امت کے سردار کو جنم دینے والی ہو۔ جب اس کی مبارک پیدائش ہو تو یہ الفاظ کہنا: "میں اللہ واحد سے اس کے لئے ہر حاسد سے پناہ مانگتی ہوں اور اس کا نام "محمد" ﷺ رکھنا" پیر کی صبح سحری کے وقت رسول اللہ ﷺ کی آمد کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اس وقت آپ کے پاس آپ کی کنیز کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔ ایک روایت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں ہے کہ عثمان بن ابی العاص ثقفی کی والدہ بھی آپ کے پاس تھیں۔(1)

پہلے آپ پر کچھ خوف سا طاری ہوا لیکن جلد ہی آپ نے ایسا نور محسوس کیا جس نے اردگرد کے ماحول اور فضا کو ڈھانپ لیا پھر آپ کو یوں محسوس ہوا کہ عورتوں کے ایک گروہ نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا ہے اور اپنی الفت و محبت کا اظہار کر رہی ہیں۔ پہلے تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ بنو ہاشم کی عورتیں ہیں اور بڑی متعجب ہوئیں کہ انہیں کیسے اس امر کی خبر ہوگئی حالانکہ میں نے اس کے بارے میں کسی کو بتایا ہی نہیں۔ مگر جلد ہی انہیں احساس ہوگیا کہ وہ جنہیں بنو ہاشم کی عورتیں خیال کر رہی ہیں، وہ تو مریم بنت عمران، آسیہ زوجہ فرعون اور ہاجرہ والدہ اسماعیل علیہ السلام وعلیہا ہیں۔ اس سے خوف کی کیفیت دور ہوگئی اور آپ نے فیصلہ کن گھڑی کے لئے بڑی ہمت کا مظاہرہ کیا۔ ابھی فجر کی روشنی نہیں پھیلی تھی کہ آپ نے اپنے عظیم بچہ کو جنم دیا جیسا کہ ہر عورت جنم دیتی ہے۔

اُم عثمان بن ابی العاص فرماتی ہیں کہ ”میں جس چیز کی طرف بھی نگاہ اٹھاتی تو مجھے وہاں نور ہی نور نظر آتا۔ میں نے دیکھا کہ ستارے بالکل میرے قریب آگئے ہیں حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ یہ مجھ پر گر جائیں گے۔“

انوار و تجلیات کی یہ بارش ختم ہوگئی۔ اب سیدہ آمنہ اس دنیا میں تنہا نہ تھیں بلکہ ان کا بیٹا بھی ان کے ساتھ تھا۔ جس نے اپنے اردگرد کے ماحول کو انس و جمال کے نور سے منور کر دیا تھا۔ آپ ان کی روشن پیشانی اور لطیف نورانی بدن کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہی تھیں۔ انہیں آج اپنے اس محبوب کی بڑی یاد آئی جو انہیں یہ خوبصورت امانت دے کر خود کوچ کر گیا تھا۔ جب صبح ذرا روشن ہوئی تو سب سے پہلے آپ نے حضرت عبدالمطلب کو پوتے کی ولادت کی خوشخبری دینے کے لئے کسی کو بھیجا۔ حضرت عبدالمطلب خوشخبری سنتے ہی جلدی سے آئے، بچے کو گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگے ان پر سیدہ آمنہ نے ولادت کے وقت جو انوار و تجلیات دیکھی تھیں اور جو آوازیں سنی تھیں، وہ ان واقعات کو توجہ سے سنتے رہے۔ پھر

1۔ یہ صحابیہ ہیں اور ان کا اسم گرامی فاطمہ بنت عبداللہ تھا۔ عیون الاثر: 1/ 27

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پوتے کو بیت اللہ شریف لے آئے اور اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور اس کا شکر ادا کیا کہ اس نے مرحوم بیٹے کی نشانی کے طور پر یہ بچہ عطا فرمایا ہے۔ خوشی و مسرت کے اس موقع پر آپ کے بیٹے بھی آپ کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ طواف کعبہ کر رہے تھے اور آپ کی زبان پر فی البدیہہ یہ اشعار جاری ہو گئے:

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا۔

یہ اپنے پنگوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے۔ میں اسے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔
یہاں تک کہ میں اسے طاقتور اور توانا دیکھوں، میں اسے ہر دشمن، ہر حاسد اور آنکھوں کو گھمانے والے کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

پھر آپ پوتے کو والدہ کے پاس واپس لے آئے اور وہاں سے تشریف لا کر کچھ جانور ذبح کئے۔ اہل حرم اور صحرائے کے چرند پرند تمام کے لئے دستر خوان کھول دیا۔
جب مکہ میں نبی پاک کی ولادت کی خوشخبری پھیلی تو اس وقت اہل مکہ اصحاب فیل کی تباہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کی خوشی کا جشن منا رہے تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کو ایک نشانی تصور کیا اس سے ایک واقعہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ایک دن ان کے والد گرامی کو قربانی کے لئے منتخب کیا گیا، پھر ان کے بدلہ میں سو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔

ہاشمی گھرانے میں آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثویبہ اسلمیہ نے جب اسے آپ کی ولادت کی خوشخبری دی تو اس نے خوشی میں انہیں آزاد کر دیا۔ اگر آنے والے کل میں رونما ہونے والے واقعات و حالات کا پردہ اس پر سے ہٹا دیا جاتا تو چالیس سال بعد اس ہاشمی یتیم کے رسول بننے کے وقت قریش کی اس کے ساتھ خونریز جنگ میں اپنا کردار دیکھ کر وہ ضرور خوفزدہ ہوتا۔

ابولہب اور اس کی بیوی کے بارے میں ''تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ..... الخ'' نازل ہوئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

روایات میں آتا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے اپنے بھائی ابولہب کو اس کے مرنے کے ایک سال بعد خواب میں دیکھا اور اس کے حال کے بارے میں پوچھا۔ اس نے جواب دیا میں نارِ جہنم میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات میرے عذاب میں کچھ تخفیف کر دی جاتی ہے۔ اپنی ان دونوں انگلیوں سے پانی چوستا ہوں اور یہ وہی انگلیاں ہیں۔ جن سے میں نے ثویبہ کو نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سناتے وقت آزاد کیا تھا۔

آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے بعد زیادہ طویل وقت نہیں گزرے گا کہ تاریخ زمانہ کے سامنے اس یادگار رات کی یاد کو دہرائے گی اور عرب و جملہ انسانیت کے ایک نئے دور کا آغاز کرے گی۔

جس سہانی گھڑی میں سیدہ آمنہ نے اپنے مولود مسعود کو جنم دیا۔ اس کے بارے میں مرویات کا جزیرۂ عرب میں بڑا چرچا ہوا اور یہ روایات نسل در نسل نقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچیں۔ پھر زمانہ کے روز و شب کے ساتھ ساتھ محبین و عاشقین اور شعراء کے ذوق وشوق اور عشق ومحبت سے معمور نئے سے نئے کلام اور قصائد بھی شامل ہوتے جائیں گے۔

جب بھی قمری سال اپنی ایک گردش مکمل کرتا ہے اور ربیع الاول کے مبارک ماہ کا چاند طلوع ہوتا ہے تو اس برکت والی رات میں زمانہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے اربوں مسلمانوں کے نعرہ مستانہ سے گونج اٹھتا ہے۔ عشاق رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعات کے واقعات بیان کرتے ہیں اور اس مبارک موقع پر رونما ہونے والے معجزات سن کر جھوم اٹھتے ہیں۔

آپ ﷺ کی ولادت کی رات آسمان پر پہرہ سخت کر دیا گیا۔ باغی، سرکش شیطانوں کو آسمان سے واپس کر دیا گیا۔ جنوں کو شہابِ ثاقب مارے گئے۔ چمکتے ہوئے ستارے آپ ﷺ کے استقبال کے لئے زمین پر اتر آئے۔ ان کی روشنی سے حرم کے نشیب وفراز بقعہ نور بن گئے۔ آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ حتیٰ کہ اس ایوان کسریٰ میں دراڑیں پڑ گئیں جسے نوشیروان نے بلند و بالا بنایا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تھا۔اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ ہیبت سے کسریٰ کا تخت ٹوٹ گیا۔ ایران میں وہ آگ بجھ گئی جس کی ہزاروں سال سے پرستش کی جارہی تھی۔

نعت خواں حضرات رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے بارے میں شعراء کرام کے قصائد پڑھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آسمان کو" آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی تو وہ آراستہ ہو گیا اور زمین آپ ﷺ کی کستوری جیسی خوشبو سے مہک اٹھی۔روشن چہرے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اس صبح وشام کی وجہ سے زمانہ پر فخر کرتے ہیں۔"

ظالموں کے تختوں پر لرزہ طاری ہو گیا وہ تھرتھرانے لگے ان کے تاجوں پر زنگ لگ گیا۔ان کے اردگرد جلنے والی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔اس کے بھڑکتے ہوئے شعلے بجھ گئے ،بحیرۂ ساوہ کا پانی زمین میں دھنس گیا پے در پے آیات نازل ہو رہی ہیں۔کثیر معجزات رونما ہو رہے ہیں۔جبرائیل علیہ السلام صبح وشام آیات لے کر آرہے ہیں۔"

جشنِ ولادت کی خوشی میں قریش اس بات کو نہ بھولے کہ حضرت عبدالمطلب سے پوچھتے کہ انہوں نے اپنے پوتے کا نام "محمد" ﷺ کیوں رکھا ہے۔اپنے آباء واجداد کے نام چھوڑ کر۔

عرب معاشرہ میں یہ نام معروف نہیں تھا۔امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت سے قبل پورے عرب میں صرف تین آدمی اس نام سے مشہور ہوئے کیونکہ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ نبی اخرالزماں کا زمانہ قریب آگیا ہے اور ان کا اسم گرامی "محمد" ﷺ ہوگا۔کئی لوگوں نے اس آرزو میں اپنے بچوں کو اس نام سے موسوم کیا۔شاید یہ سعادت انہیں ارزانی ہو۔یہ تین اشخاص:

۱۔محمد بن سفیان مجاشع (مشہور شاعر فرزدق کا دادا)، ۲۔محمد بن اُحیحہ بن الحلاج، ۳۔محمد بن حمران بن ربیعہ تھے۔

ان تینوں کے آباء ایک بادشاہ کے پاس وفد کی صورت میں گئے تھے۔وہ بادشاہ آسمانی کتابوں کا عالم تھا۔اس نے انہیں نبی کریم ﷺ کی بعثت اور آپ کے اسم گرامی کے متعلق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بتایا تو انہوں نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں بچہ عطا فرمایا تو اس کا نام محمد رکھیں گے۔ یہ لوگ جس وقت بادشاہ کے پاس گئے تھے ان کی بیویاں اس وقت حاملہ تھیں۔(1)

بغدادی قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسم محمد ﷺ کو محفوظ رکھا تھا۔ اہل عرب اور دوسروں میں سے کسی نے بھی اپنے لڑکے کا نام محمد نہیں رکھا۔ حتیٰ کہ جب آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے یہ بات مشہور ہوگئی کہ عنقریب آخری نبی مبعوث ہونے والا ہے، جس کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ تو اہل عرب میں سے کئی نے اپنے لڑکوں کا نام محمد رکھا۔

ابو جعفر محمد بن حبیب فرماتے ہیں۔ یہ صرف چھ اشخاص ہیں:

ا۔ محمد بن سفیان بن مجاشع، ۲۔ محمد بن اُحیحہ بن حلاج اوسی، ۳۔ محمد بن حمران جعفی، ۴۔ محمد بن مسلمہ انصاری (بعد ولادت، قبل از بعثت)، ۵۔ محمد بن براء بکری، ۶۔ محمد بن خزاعی السلمی۔

قریش نے حضرت عبدالمطلب سے ان کے پوتے کے نام کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواباً فرمایا میں نے اس کا یہ نام اس لئے تجویز کیا ہے کہ زمین و آسمان میں اس کی تعریف کی جائے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالمطلب کا ایک خواب بھی نقل کیا ہے جسے قیروانی نے کتاب البستان میں نقل کیا ہے۔ آپ نے خواب میں دیکھا آپ کی پشت سے چاندی کی ایک زنجیر نکلتی ہے، اس کا ایک سرا آسمان سے اور دوسرا زمین سے متصل ہے پھر یہ زنجیر ایک درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ جس کے ہر پتے پر ایک نور ہے، اہل مشرق و مغرب اس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔

آپ نے یہ خواب ایک معبر کو سنایا۔ اس نے یہ تعبیر بیان کی کہ

"آپ کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا۔ شرق و غرب والے اس کی اتباع کریں گے اور ارض و سماء والے اس کی تعریف کریں گے۔"(2)

1۔ الروض الانف: 1/ 82   2۔ ایضاً

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس خواب کو ابن سید الناس نے اپنی کتاب عیون الأ ثر میں صاحب الاکتفاء ابوالربیع سالم کلاعی کی سند سے نقل کیا ہے۔

بودلی حضرت عبدالمطلب کے اس خواب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''خواہ اس کا سبب کچھ بھی ہو، بہر حال بچے کا نام ''محمد'' ﷺ رکھا گیا۔ پھر اس دین جدید (اسلام) کی اشاعت کے بعد پیدا ہونے والے ہزار ہا بچوں کے نام محمد رکھے گئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رضاعت

"بنی سعد کی عورتیں سیدہ آمنہ کے نونہال کے پاس بھی
گئیں لیکن جب انہیں معلوم ہوتا کہ یہ یتیم ہے تو واپس
لوٹ آتیں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کا باپ تو ہے
نہیں جو ہمیں ہماری خدمات پر انعام و اکرام سے
نوازے۔ بیوہ ماں اور بوڑھا دادا ہماری کیا خدمت
کرے گا؟ میرے سوا ہر عورت کو بچہ مل گیا۔ جب ہم نے
واپس جانے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنے خاوند سے کہا
میں خالی گود واپس نہیں جاؤں گی۔ قسم بخدا، میں جاتی
ہوں اور اس یتیم بچے کو لے آتی ہوں۔ خاوند نے کہا ہاں
کوئی حرج نہیں۔ تم لے آؤ ہو سکتا ہے اللہ ہمیں اسی بچہ
سے برکت عطا فرمائے۔"

حضرت محمد ﷺ کی ولادت کے بعد سیدہ آمنہ نے محسوس کیا کہ ان کی اہم ذمہ داری پوری ہو گئی ہے۔ جس طرح حضرت عبداللہ کی اس وقت ذمہ داری ختم ہو گئی تھی جب آپ نے اس امانت کو میرے سپرد کیا، ان کا غم پھر تازہ ہو گیا، جس سے ایک حد تک آپ کی صحت متاثر ہوئی۔ لیکن اتنی خراب بھی نہ تھی کہ جس سے آپ کی زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا۔ آپ کی ذمہ داری کا ایک حصہ ابھی باقی تھا۔ ابھی آپ نے اس بچے کی پرورش و تربیت کرنا تھی یہاں تک کہ وہ آپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے۔ پھر اس کو اس کے والد محترم کے بارے میں بتائیں، اپنے مرحوم شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے اپنے ساتھ لے جائیں۔

آپ نے اپنے معصوم بچے کو دودھ پلانا شروع کر دیا تھا، آپ صحرا سے آئی ہوئی دودھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پلانے والی عورتوں کے انتظار میں تھیں۔ وہ بچوں کو شہر کی آلودہ فضا سے دور صحرا میں لے جاتی تھیں۔ چند دن بعد ہی آپ کا دودھ خشک ہو گیا۔ بودلی نے اس کا سبب آپ کا وہ غم و حزن قرار دیا ہے جس سے شوہر کے وصال کے بعد آپ کو دوچار ہونا پڑا۔ سیدہ آمنہ نے آپ کو دودھ پلانے کے لئے، آپ کے چچا عبدالعزیٰ (ابولہب کا نام) کی لونڈی ثویبہ کے سپرد کر دیا، اس نے آپ سے پہلے آپ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب کو بھی اپنے بیٹے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔(1)

چند ہی دنوں بعد قبیلہ بنی سعد کی عورتیں قریش کے مالدار طبقے کے بچوں کو دودھ پلانے اور ان کی خدمت کرنے کے لئے مکہ پہنچ گئیں۔ بنو سعد کی یہ عورتیں سیدہ آمنہ کے نونہال کے پاس بھی آئیں لیکن آپ محمد ﷺ کو یتیمی کی وجہ سے چھوڑ گئیں کیونکہ آپ محمد ﷺ وسیع وعریض دولت کے مالک نہیں تھے جو آپ ﷺ کے عالی النسب ہونے کے شایان شان ہو۔ آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ، آپ کے دادا عبدالمطلب کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے تھے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کو وراثت سے حصہ نہ ملا۔ ویسے بھی ابتدائے شباب میں ہی آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ نے ترکہ میں کوئی زیادہ مال نہ چھوڑا۔ جب آپ دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیدا ہونے والے بیٹے کے لئے اپنی صرف ایک حبشی کنیز ام ایمن، پانچ اونٹ اور چند بکریاں چھوڑیں۔

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل کہتے ہیں سردار مکہ کے پوتے اور قریشی، ہاشمی گھرانے کے سپوت کے لئے یہ ترکہ انتہائی معمولی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ دیکھ کر سیدہ آمنہ کو بڑی تکلیف ہوئی کہ دودھ پلانے والی عورتیں صحرا کی طرف واپس جانے کے لئے تیار ہیں اور انہوں نے میرے عالی نسب یتیم بچے کو چھوڑ دیا ہے اور اس پر قریش کے ان بچوں کو ترجیح دی ہے جن سے انہیں وافر مال ملنے کی امید ہے لیکن ایک عورت جو صبح آپ کو چھوڑ گئی تھی وہ آپ کو لینے دوبارہ آ گئی۔ یہ خوش نصیب عورت حلیمہ بنت

1۔ الاستیعاب 1: 370

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذؤیب سعدیہ تھیں۔ان کے شوہر کا نام حارث بن عبد العزیٰ تھا اور یہ بنو سعد بن بکر کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ان کی کچھ اور اولاد بھی تھی جن کو حضرت محمد ﷺ کے رضاعی بہن اور بھائی بننے کا شرف حاصل ہوا۔یہ عبداللہ، انیسہ اور شیما تھے۔شیما اپنی والدہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو اپنی گود میں کھلایا کرتی تھیں۔(1)

حلیمہ سعدیہ اس واقعہ کو خود روایت کرتی ہیں اور یہ روایت عبداللہ بن جعفر سے بھی مروی ہے۔فرماتے ہیں حلیمہ بنت ذؤیب سعدیہ، رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ بیان کرتی ہیں:

"وہ بنو سعد کی عورتوں کے ایک قافلہ میں اپنے خاوند اور دودھ پیتے بچے کے ساتھ اپنے شہر سے نکلیں۔یہ سال قحط اور خشک سالی کا سال تھا۔ہمارے پاس کچھ باقی نہ رہا تھا۔جس پر گزر اوقات کر سکتے۔میں ایک کمزور گدھی پر سوار تھی اور ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی۔جس کی کھیری میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔میرا بچہ بھوک کی وجہ سے ساری ساری رات روتا رہتا اور ہمیں ایک پل کے لئے سونا نصیب نہ ہوتا۔نہ میری چھاتی میں اتنا دودھ تھا جس سے وہ سیر ہو سکے اور نہ ہماری اونٹنی کی کھیری میں دودھ تھا جو ہم اس کو پلا سکتے۔ہم اسی امید پر جی رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور احسان فرمائے گا، بارش برسے گی اور خوشحالی کا زمانہ پھر لوٹ آئے گا۔میں اس گدھی پر سوار ہو کر اس قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئی۔مارے بھوک کے وہ قدم بھی نہ اٹھا سکتی تھی .... بڑی مشکل سے ہم مکہ پہنچے سب نے بچے تلاش کرنے کے لئے گھر گھر چکر لگائے، بنو سعد کی عورتیں سیدہ آمنہ کے گھر بھی گئیں لیکن جب انہیں پتہ چلتا کہ یہ یتیم ہے تو واپس لوٹ آتیں۔یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کا باپ تو ہے نہیں جو ہماری خدمات کے صلہ میں ہمیں مال و دولت سے نوازے گا۔بیوہ ماں اور بوڑھا دادا ہماری کیا خدمات کریں گے۔میرے علاوہ ہر عورت کو بچہ مل گیا۔جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔میں نے اپنے خاوند سے کہا قسم بخدا میں خالی گود

1۔سیرت ابن ہشام:1/ 170

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

واپس جانا پسند نہیں کرتی۔ اس لئے میں اس یتیم بچے ہی کو لے آتی ہوں۔ اس نے کہا کوئی حرج نہیں، تم اسی بچے کو لے آؤ۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اسی سے برکت عطا فرمادے۔ میں گئی اور اس بچے کو لے کر واپس اپنے خیمے میں پہنچی اور ان کو دودھ پلانے کے لئے دائیں چھاتی پیش کی۔ محمد ﷺ نے اس سے جتنا چاہا دودھ پیا اور پی کر سیراب ہو گئے پھر دوسری چھاتی سے آپ کے بھائی نے دودھ پیا حتیٰ کہ وہ بھی سیراب ہو گیا۔ پھر دونوں بچے سکون سے سو گئے۔ اس نے پہلے بچہ بھوک کی وجہ سے نہیں سوتا تھا۔ اس کے بعد میرا خاوند اس بوڑھی اور لاغر اونٹنی کی طرف گیا۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت اور خوشی کی حد نہ رہی کہ اس کی اونٹنی کی کھیری دودھ سے بھری ہوئی ہے، اس نے اسے دوہا اور جی بھر کر پیا اور میں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔ وہ رات ہم نے راحت اور آرام کے ساتھ بسر کی۔ جب ہم صبح بیدار ہوئے تو میرے خاوند نے کہا حلیمہ! قسم بخدا، مجھے سراپا یمن و برکت وجود نصیب ہوا ہے۔ میں نے کہا میرا بھی خیال ہے پھر ہم قافلہ کے ساتھ مکہ سے نکلے، میں اپنی اسی گدھی پر سوار تھی۔ میرے ساتھ حضرت محمد ﷺ بھی تھے۔ اب تو اس کی حالت ہی بدل گئی تھی۔ اس قدر تیزی سے قدم اٹھائے کہ قافلہ کی ساری سواریاں پیچھے رہ گئیں۔ حتیٰ کہ قافلہ والی کہنے لگیں اے بنت ذویب! خدا تیرا بھلا کرے، ہم پر رحم کر کیا یہ تیری وہی گدھی نہیں جس پر سوار ہو کر تو مکہ آئی تھی۔ میں نے کہا ہاں، قسم بخدا، یہ وہی ہے۔ کہنے لگیں کہ بخدا آج تو اس کی بڑی شان ہے۔ آخر ہم اپنے گھروں کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین میں یہ علاقہ سب سے زیادہ قحط زدہ تھا۔ گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا تھا میری بکریاں شام کو جب واپس آتیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے اور ان کی کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتیں۔ ہم دودھ دوہتے اور خوب سیر ہو کر پیتے۔ دوسرے لوگوں کے ریوڑ بھوکے واپس آجاتے۔ ان کی کھیریوں میں سے دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکتا۔ وہ لوگ اپنے چرواہوں کو ڈانٹتے اور کہتے تم ہماری بھیڑ بکریوں کو وہاں کیوں نہیں چراتے، جہاں ابوذویب کی بیٹی کی چرتی ہیں۔ پھر بھی ان کی بکریاں بھوکی واپس آجاتیں اور ان کی کھیریاں دودھ سے خالی ہوتیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور ہماری بکریاں خوب سیر ہو کر آتیں اور کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتیں، روز بروز ان انعامات میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ دو سال کا عرصہ مکمل ہو گیا تو میں نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔'' (1)

آپ ﷺ قبیلہ بنو سعد کے صحرا میں پروان چڑھے۔ یہ قبیلہ فصاحت و بلاغت میں دوسرے قبائل عرب کی نسبت زیادہ مشہور تھا۔ یہیں آپ ﷺ نے بولنا اور چلنا سیکھا۔ پہلا کلمہ جو آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہوا۔ وہ اسی ماحول میں ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے ایام ان لوگوں کے ساتھ گزارے جو کچھ مدت کے بعد آپ سے برسرِ پیکار ہوں گے۔ آخرکار آپ ﷺ کی اطاعت قبول کرلیں گے اور آپ کے اسم گرامی کو زمین کے ان گوشوں تک پہنچا دیں گے جن کو وہ پہلے جانتے تھے نہ ان کے بارے میں سن رکھا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ سے دور بنو سعد کے صحرا میں اپنی رضاعی والدہ کے ساتھ تھے تو سیدہ آمنہ نے دن کیسے گزارے، اس کے بارے میں سیرت کی کتب خاموش ہیں۔ شاید مؤرخین نے بھی اسی چیز کو محسوس کیا ہو، جس کو سیدہ آمنہ نے محسوس کیا تھا کہ ان کی ذمہ داری ختم ہونے کے قریب ہے۔

مگر ہمیں کسی ایسے شخص کی ضرورت نہیں جو ہمیں خبر دے کہ سیدہ آمنہ حضرت عبداللہ کے گھر میں ہی اپنے بیٹے کا انتظار کرتی رہیں تاکہ وہ واپس آ کر اس گھر کو بارونق بنا دے جو ان کے جانے کے بعد سونا ہو گیا تھا۔ بیٹے کے جانے کے بعد تنہائی نے سینے میں چھپے ہوئے غموں کو پھر تازہ کر دیا، جنہوں نے آپ کو اتنا پریشان کر دیا کہ اتنی پریشانی کا سامنا آپ کو حمل کے دوران بھی نہ کرنا پڑا۔ لیکن دودھ چھڑانے کا وقت آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا اور آپ اپنے عزیز بچے کے انتظار میں اپنے غموں کو بھلانے کی کوشش کر رہی تھیں اور یہ تصور کر کے اپنے آپ کو تسلی دے رہی تھیں کہ جب ان کا لختِ جگر واپس لوٹے گا تو وہ اس کی دنیا کو انس و محبت اور نور سے بھر دے گا۔

1۔ سیرت ابن ہشام: 1/ 171

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گویا آپ نے محسوس کیا کہ حلیمہ بچے کو واپس لانے میں تاخیر کر رہی ہے۔ شاید آپ نے یہ ارادہ بھی کیا ہو کہ کسی کو بھیج کر اپنے بچے کو بلوا لیں جبکہ اس کے رضاعت کے دو سال مکمل ہو چکے ہیں۔ لیکن حلیمہ سعدیہ جلد ہی آپ علیہ السلام کو لے کر مکہ پہنچ گئیں۔ اپنے لخت جگر کے دیدار کی مشتاق ماں نے جونہی بچے کو دیکھا تو سینہ سے اس طرح لگا لیا کہ گویا وہ انہیں اپنے آپ سے کبھی جدا نہ کرنا چاہتی ہوں۔ پھر تھوڑی دیر بعد بچے کو سینے سے الگ کیا اور بڑے پیار سے انہیں دیکھنے لگیں۔ آپ کے جسم مبارک پر صحت اور تندرستی کے آثار نمایاں دیکھ کر بڑی خوش ہوئیں۔ جب حلیمہ نے محسوس کیا کہ ماں اپنے بچے کی صحت پر بڑی خوش ہے تو مکہ کے موسم اور فضا کے بارے میں بات کرنے لگی۔ کیونکہ یہ شدید گرمی کا موسم تھا۔ سیدہ آمنہ نے اس کی بات پر زیادہ توجہ نہ دی کیونکہ وہ اپنے بیٹے کو پیار کرنے میں مشغول تھیں۔ حلیمہ نے کچھ حوصلہ کر کے باتوں باتوں میں اپنے دل کی بات کہہ دی کہ اگر کچھ عرصہ کے لئے بچے کو میرے پاس رہنے دیں تو اچھا ہے۔ وہاں اور صحت مند اور توانا ہو جائے گا۔ مکہ کی وبا زدہ فضا اور آلودہ ماحول سے اس کی صحت کو خطرہ ہے۔(1)

سیدہ آمنہ نے اس بات کو قبول نہ فرمایا اور حلیمہ کی طرف غصہ سے دیکھا کہ اس کے دل میں کیسے یہ خیال آیا کہ آمنہ دوسری مرتبہ بھی اپنے دل کے سرور، آنکھوں کے نور کو اپنے آپ سے جدا کر سکتی ہے لیکن حلیمہ سعدیہ اس سے مایوس نہ ہوئیں اور سیدہ آمنہ کو ان کی محبت اور ماتا کا واسطہ دیتے ہوئے بچے کو ساتھ لے جانے کے لئے اصرار کرتی رہیں اور انہیں یقین دلاتی رہیں کہ کچھ عرصہ تک بچہ کے لئے مکہ کی فضا سے باہر رہنا ہی بہتر ہے۔ بچہ میرے ساتھ جائے گا تو صحرا کی کھلی فضا میں صحت و عافیت کے ساتھ پھلے پھولے گا۔ سیدہ آمنہ اپنے لخت جگر کی طرف دیکھتی ہیں انہیں یقین آ جاتا ہے کہ واقعی بچہ صحرا کی پاکیزہ اور کھلی فضا میں صحت مند اور توانا رہا ہے۔ محبت و شفقت اور ماتا سے سرشار دل نے بچے کی بہتری اور سلامتی کے لئے مزید صبر کرنا قبول کر لیا۔ سیدہ آمنہ نے غم و اندوہ کے عالم میں دوسری مرتبہ

1۔ سیرت ابن ہشام: 1/ 173

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بچے کو الوداع کہا۔ حلیمہ سعدیہ حضرت محمد ﷺ کو گود میں لئے شاداں و فرحاں واپس آ گئیں۔ وہ خود اور ان کی قوم کے افراد رسول اللہ ﷺ کے یہاں اقامت پذیر ہونے کے خواہش مند تھے کیونکہ وہ آپ کی برکات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر چکے تھے۔

ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ حلیمہ سعدیہ پریشانی کے عالم میں خود بخود بچے کو اس کی والدہ کے پاس لے آتی ہیں۔ سیدہ آمنہ کو لخت جگر کی ملاقات کی خوشی کے ساتھ ساتھ حلیمہ کے جلد واپس لانے پر تعجب بھی ہوا۔ پوچھنے لگیں حلیمہ! اسے جلدی واپس کیوں لے آئی ہو حالانکہ تم تو اسے بڑے اصرار کے بعد لے کر گئی تھی۔ حلیمہ نے کچھ تردد سے جواب دیا۔ ہم نے اپنا فرض بڑی خوش اسلوبی سے ادا کر دیا ہے۔ اب بہتر ہے کہ ہم اسے آپ کی خواہش کے مطابق آپ کے سپرد کر دیں۔ سیدہ آمنہ حلیمہ کے اس جواب سے مطمئن نہ ہوئیں اور اس سے آپ کے دل کے شکوک و شبہات دور نہ ہوئے۔ آپ حلیمہ سے پوچھتی رہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو تمام واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ انہوں نے بتایا محمد (ﷺ) کی واپسی کے دو تین ماہ بعد ایک روز حضور (ﷺ) ہمارے مکانوں کے عقب میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے کہ اچانک اس کا بھائی دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے مجھے اور اپنے والد کو بتایا کہ دو مرد جنہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ میرے قریشی بھائی کے پاس آئے، پکڑ کر اسے زمین پر لٹا دیا، اس کے شکم کو چاک کیا، اب وہ اس کو سی رہے ہیں۔ میں اور میرا خاوند جلدی سے نکلے، ہم نے دیکھا کہ آپ (ﷺ) کھڑے ہیں اور چہرۂ مبارک کی رنگت زردی مائل ہے۔ آپ کے رضاعی باپ نے آپ کو اپنے گلے لگا لیا۔ ہم نے پوچھا بیٹا! کیا ہوا۔ آپ نے بتایا میرے پاس دو آدمی آئے، جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے اور مجھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا، میرے شکم کو چیر دیا پھر اس میں سے کوئی چیز نکالی اور اسے باہر پھینک دیا۔ مجھے معلوم نہیں ہوا وہ کیا تھی..........

ہم دونوں محمد ﷺ کو ہمراہ لے کر گھر آئے۔ ان کے رضاعی باپ نے کہا: اے حلیمہ! مجھے اندیشہ ہے کہ انہیں آسیب کا اثر ہو گیا ہے۔ قبل اس کے کہ آسیب کے آثار ظاہر ہوں،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انہیں ان کے گھر چھوڑ آؤ۔

ہم انہیں لے کر آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ بخدا ہم انہیں بادل نخواستہ آپ کو واپس کر رہے ہیں۔

سیدہ آمنہ نے غور سے اس واقعہ کو سنا، ان پر کسی قسم کی پریشانی اور اضطراب کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ جب حلیمہ سعدیہ نے اپنی بات ختم کی تو آپ نے ان سے پوچھا۔ کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ میرے نور نظر کو شیطان اذیت پہنچائے گا؟ حلیمہ نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے فرمایا بخدا ہرگز نہیں، شیطان اس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتا۔ تم دیکھو گی کہ میرے اس بچے کی شان بڑی نرالی ہوگی۔ کیا میں اپنے بیٹے کے بارے میں تمہیں کچھ بتاؤں۔ حلیمہ نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ فرمانے لگیں جب مجھے حمل قرار پایا تو عام عورتوں کی طرح نہ تو مجھے اس کا بوجھ محسوس ہوا اور نہ کوئی اور تکلیف ہوئی۔ ولادت کے وقت انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ اب اسے میرے پاس ہی رہنے دو۔ یہ سن کر حلیمہ سعدیہ کو ایسے لگا جیسے انہیں کوئی بھولی ہوئی چیز یاد آ گئی ہو۔ کہنے لگیں اب میں اس حقیقت سے آشنا ہوئی ہوں جو مجھے پہلے معلوم نہ تھی۔ جب میں دوسری مرتبہ انہیں گھر سے مکہ لا رہی تھی تو حبشہ کے کچھ نصرانیوں نے انہیں دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے ان کے بارے میں پوچھا اور بڑے غور سے انہیں دیکھنے کے بعد کہنے لگے۔ "اب ہم بچہ کو اپنے ملک لے جائیں گے۔ یہ بڑی شان والا بچہ ہے۔ ہم اسے بہتر جانتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے بچہ ان سے چھین لیا۔ اس واقعہ نے مجھے بچے کو واپس کرنے پر آمادہ کر دیا تھا، میں نے اس کا ارادہ بھی کر لیا لیکن سامنے بنی سعد کے کچھ خیمے دیکھ کر مجھے کچھ تسلی ہوگئی، میں بچہ کو لے کر ان کی طرف بھاگ نکلی۔ وہاں پہنچ کر مجھے کچھ اطمینان ہوا پھر اپنی یادداشت پر زور دے کر کہنے لگیں مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب میں پہلی مرتبہ اپنے بیٹے محمد (ﷺ) کو مکہ سے لے کر جا رہی تھی۔ کچھ یہودی میرے پاس سے گزرے۔ میں نے ان سے پوچھا: تم مجھے میرے اس بیٹے کے بارے میں بتاؤ۔ میں نے اپنے بیٹے کی برکات کے تمام واقعات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیان کر دیئے۔ یہ بات سن کر انہوں نے مجھے انتہائی پریشان کر دیا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے اس بچے کو قتل کر دو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے کیا یہ یتیم ہے۔ میں نے اپنے خاوند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، نہیں یہ اس کا باپ ہے اور میں اس کی ماں ہوں۔ کہنے لگے اگر یہ یتیم ہوتا تو اسے قتل کر دیتے۔(1)

شق صدر اور فرشتوں کی اس روایت کو قبول نہ کرنے میں مستشرقین کے پاس تو کوئی عذر ہو سکتا ہے لیکن ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے اس واقعہ کے انکار پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ مزید برآں اسے عام مستشرقین اور عام مسلم مفکرین کا مؤقف قرار دیا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے اس واقعہ کے انکار کو کس طرح عام مسلم مفکرین کا موقف قرار دیا ہے حالانکہ مسلمان مفکرین میں بہت کم لوگ ہوں گے جنہیں شق صدر کی حدیث قبول کرنے میں تردد ہو۔ وہ لوگ اس واقعہ کو دلائل نبوت میں شمار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل اپنے مؤقف کی تائیدی میں کہتا ہے۔ نبی پاک ﷺ کی تمام زندگی ایک بلند مرتبہ انسانی زندگی ہے۔ آپ کو اپنی رسالت و نبوت کو ثابت کرنے کے لئے معجزات کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ یہی چیز مستشرقین اور مسلمان مفکرین کو شق صدر کے واقعہ کے بارے میں یہ موقف اختیار کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

مستشرقین جب نبی کریم ﷺ کی حیات مقدسہ کے ان تمام واقعات کا انکار کرتے ہیں جو انہیں خلافِ عقل محسوس ہوتے ہیں تو انہیں اس موقف اور نظریہ میں بعض مسلم مفکرین کی بھی تائید حاصل ہوتی ہے ان کا خیال ہے کہ اسی قسم کے واقعات مخلوق خدا میں غور و فکر کرنے کی دعوتِ قرآنی کے مخالف ہیں اور یہ قرآن کریم کے اس حکم

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (الاحزاب:۶۲)

(اور آپ سنت الٰہی میں ہرگز کوئی تغیر و تبدل نہ پائیں گے۔) کے بھی خلاف ہیں کیونکہ قرآن حکیم نے مشرکین کو یہ عار دلائی ہے کہ وہ بات کو سمجھتے نہیں اور ان کے پاس غور و فکر

1۔طبقات ابن سعد:1 /71

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرنے والے دل نہیں۔ اس لئے یہ چیز قرآن حکیم کے اس حکم کے بھی مخالف ہے۔(1)

میرے خیال میں ڈاکٹر ہیکل اور مستشرقین اس مقام پر اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر رہے ہیں جس کا یہاں کوئی اعتبار ہی نہیں بلکہ یہاں اعتبار تو روایت کی سند اور راویوں کے احوال کے بارے غور و فکر کرنے میں ہے۔ ڈاکٹر ہیکل نے بھی اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے اور اس کے متن پر بھی اس اعتبار سے جرح کی ہے کہ تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ محمد (ﷺ) اپنی عمر کے پانچویں سال تک بنو سعد میں مقیم رہے اور فرشتوں کے اس واقعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ (ﷺ) کی عمر اس وقت تین سال سے کم تھی اور آپ (ﷺ) کو دودھ چھڑانے کے کچھ ماہ بعد مکہ واپس بھیج دیا گیا۔ اس طرح ان دونوں روایتوں میں صریح تناقض ہے اور اس متن پر اس اعتبار سے بھی جرح کی ہے کہ یہ قصہ ایسا ہے کہ اس میں عقل کو کوئی دخل نہیں۔(2)

میرے خیال میں ڈاکٹر ہیکل کو نقدِ حدیث میں اپنے آپ کو دھکیلنا نہیں چاہئے تھا کیونکہ یہ ان کا موضوع نہیں۔ اس واقعہ کے بارے میں رسول اللہ (ﷺ) سے مروی حدیث کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مجھے ثور بن یزید نے بعض اہل علم سے بیان کیا ہے اور میرے خیال میں بعض اہل علم سے مراد خالد بن معدان کلاعی ہیں کہ کچھ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہاں، میں اپنے والد ابراہیم کی دعا اور اپنے بھائی عیسیٰ کی بشارت ہوں۔ جب میری والدہ حاملہ ہوئیں تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نوران کے جسم سے نکلا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ میں نے بنو سعد بن بکر میں دودھ پیا، ایک روز میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ اپنے گھر کے پیچھے بکریاں چرا رہا تھا کہ دو آدمی آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔............ یوں آپ نے شق صدر کا واقعہ بیان فرمایا"(3)۔

اگر ہم اس حدیث کو خالد بن معدان کلاعی کی مرسلات میں شمار کریں تو تب بھی محدثین

1۔ حیات محمد ﷺ: 3/ 73 2۔ ایضاً

3۔ سیرت ابن ہشام: 1/ 175، امام سہیلی نے اسے ابوداؤد سے روایت کیا ہے، الروض الانف: 1/ 105

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثقہ تابعین کی روایت کو قبول کرنے پر متفق ہیں۔صحاح ستہ کے مؤلفین کرام نے خالد بن معدان سے احادیث روایت کی ہیں۔آپ کا شمار فقہاء تابعین اور صلحاء کرام میں ہوتا ہے۔ آپ تقریباً ستر صحابہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ بہت سے حفاظِ حدیث نے آپ سے روایات لی ہیں۔ یہ ثور بن یزید، محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی، حریز بن عثمان، حسان بن عطیہ اور ان کے طبقہ کے دوسرے محدثین ہیں۔(1)

ثور بن یزید، جس سے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث سنی ہے، یہ ابو خالد حمصی ہیں۔ان کا شمار بھی ثقہ علماء اور حفاظ حدیث میں ہوتا ہے۔آپ نے خالد بن معدان، زہری، مکحول، عطاء، عکرمہ، ابن جریج، ابی الزناد اور بہت سے دوسرے محدثین سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے بہت سے حفاظِ حدیث نے روایات نقل کی ہیں۔ جیسے سفیان بن عینیہ، سفیان ثوری، عیسیٰ بن یونس، ابن اسحاق، ابن مبارک، یحییٰ بن سعید القطان، ولید بن مسلم، ابو عاصم النبیل وغیرہم۔

بعض لوگوں نے عقیدۂ قدر کی وجہ سے آپ پر جرح کی ہے۔اس کے علاوہ ان پر کوئی اعتراض نہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں کہ میں نے ثور بن یزید سے زیادہ ثقہ کوئی شامی نہیں دیکھا۔ وکیع فرماتے ہیں کہ ثور صحیح الحدیث تھے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے کہ بڑے عبادت گزار تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور چاروں اصحاب سنن نے آپ کی روایات نقل کی ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے شق صدر کے واقعہ میں صرف اسی حدیث پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس سے پہلے رضاعت کی حدیث اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہ، رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ بیان فرماتی ہیں کہ وہ اپنے شہر سے قبیلہ کی عورتوں کے ساتھ نکلیں......اس میں شق صدر کا واقعہ بھی بیان کیا گیا۔

1۔تہذیب التہذیب:3/118

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور یہاں تک اس حدیث کے متن میں جرح کا تعلق ہے کہ اس روایت میں اور دوسری روایات میں تناقض ہے تو شاید ڈاکٹر صاحب کو یہ بات بھول ہی گئی کہ حلیمہ سعدیہ دودھ چھڑانے کے بعد حضور ﷺ کو مکہ لے آئی تھیں پھر سیدہ آمنہ سے اصرار کر کے انہیں اپنے ساتھ لے گئی تھیں۔

اور اس اعتبار سے متن میں جرح کرنا کہ یہ واقعہ ایسا ہے کہ عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔ ان کا یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ شق صدر عقلی طور پر محال نہیں ہے۔ اگر اسے عقلی طور پر محال فرض بھی کر لیا جائے تو تب اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس کا تعلق ان دلائل نبوت سے ہے۔ جو محدثین، سیرت نگاروں اور مؤرخین کے نزدیک مشہور اور صحیح ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب ششم

سفر آخرت

سوئے یثرب

الوداع

یتیم کی واپسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سوئے یثرب

ہم دوبارہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف آتے ہیں۔ جب محمد ﷺ نے اپنی زیادہ سے زیادہ مقررہ مدت صحرا میں گزار لی تو حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو واپس حرم پاک لے آئیں جوان کے بزرگ آباء کا عظیم اور بزرگ وطن تھا۔ اب سیدہ آمنہ خود اپنے اکلوتے یتیم لخت جگر کی نگہداشت کرنے لگیں۔

آپ ﷺ کی واپسی سے سیدہ آمنہ پر سے غم وحزن کے وہ مہیب سائے چھٹنے لگے جو تنہائی کی وحشت اور جوانی میں بیوگی کا داغ لگنے کی وجہ سے چھائے ہوئے تھے، میرا خیال ہے سیدہ آمنہ آپ ﷺ کو آپ کے والد کے بارے میں ضرور بتاتی ہوں گی۔ ان کے اوصاف حمیدہ اور قصہ فداء بیان کرتی ہوں گی اور ان کی عظیم آرزوؤں کا ذکر بھی کرتی ہوں گی۔ سیدہ آمنہ نے اپنے لخت جگر پر خوب توجہ دی، اپنی بساط سے بڑھ کر ان کی نگہداشت اور تربیت کی کیونکہ ایک آپ ﷺ ہی اپنی ماں کی آنکھوں کا نور اور آرزوؤں کا مرکز تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کے اس حصہ پر سیدہ آمنہ کے کردار نے جو اثر مرتب کیا، اس کا اعتراف سیرت نگار بھی کرتے ہیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ آمنہ بنت وہب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پروان چڑھایا، خوب چڑھایا۔(1)

سیدہ آمنہ کی یہ توجہات ثمر بار ہوئیں۔ جس سے اوئل عمری میں ہی حضرت محمد ﷺ سے عظمت اور بزرگی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی ذات میں ایک عظیم آدمی کی وہ صورت ابھرتی

1۔ سیرت ابن ہشام: 1/ 177، عیون الاثر: 1/ 37

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیکھی۔ جس کا اکثر وہ تصور کیا کرتی تھیں اور جس کا خواب میں ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔
اب سیدہ آمنہ نے خیال کیا کہ وہ سنہری گھڑی آ گئی ہے کہ میں اپنے فرض کو ادا کروں اور اپنی اس خواہش کو پورا کروں جس کے انتظار میں میں نے اتنا لمبا عرصہ گزار دیا ہے۔ انہوں نے اپنے لخت جگر کو بتایا کہ دونوں یثرب جائیں گے۔ تاکہ وہاں ان کے پیارے والد کے مزار کی زیارت کریں۔

بیٹا یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور تصور کرنے لگا کہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ اپنے والد محترم کے مزار کی زیارت کرے گا اور وہاں اپنے والد کے ماموں سے ملے گا جو یثرب میں مقیم ہیں اور جنہیں وہاں بڑا مقام و مرتبہ اور شان و شوکت حاصل ہے۔ شاید انہوں نے اپنی والدہ سے اپنے دادا عبدالمطلب کے ماموں ابو وہب بن عمرو کا قصہ کئی بار سنا ہو کہ جب قریش نے بیت اللہ شریف کی تعمیر جدید کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے:

"اے گروہ قریش! اس تعمیر میں اپنی حلال کی کمائی صرف کرنا۔ اس میں کسی زانیہ کی کمائی، سودی رقم اور ظلماً چھینا ہوا مال خرچ نہ کرنا۔"

اسی طرح شاید انہوں نے ابو وہب کے بارے میں کسی شاعر کے یہ اشعار بھی سنے ہوں:

"اگر میں اپنی سواری ابو وہب کے پاس بٹھاؤں تو وہ ان کی سخاوت سے محروم نہیں رہے گی۔

وہ انتہائی خوبصورت، لوئ بن غالب کی دونوں شاخوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب اعلیٰ نسب کو ممتاز کیا جائے۔

وہ خون کا بدلہ لینے میں بڑے جری ہیں۔ سخاوت کے لئے خوش ہوتے ہیں۔"

جس وقت سیدہ آمنہ نے اس طویل اور دشوار سفر کے لئے ارادہ کیا۔ اس وقت گرمی کا موسم تھا۔ سورج کی تپش سے مکہ کی چٹانیں انگارے بنی ہوئی تھیں اور ریت بھڑک رہی تھی۔ اس سفر میں طویل مسافت طے کر کے یثرب پہنچنا تھا۔ جہاں ان کے شوہر نامدار آرام فرما تھے جنہوں نے سات سال پہلے آپ کو الوداع کہا تھا۔ آپ پتھریلی ریت والے صحرا میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سفر کی صعوبت سے ناواقف تھیں اور نہ ہی آپ ان مصائب سے بے خبر تھیں جن سے اس ہیبت ناک صحرا میں سفر کرنے والوں کو واسطہ پڑتا ہے لیکن یثرب کی زیارت کا شوق صحرا کے سفر کے خوف پر غالب تھا۔ آپ کئی دن اپنی سواری اور زادِ راہ کی تیاری میں مشغول رہیں۔ آپ نے اپنی اونٹنی کے لئے ایک سایہ دار ہودج تیار کرایا تا کہ آپ کا لختِ جگر دھوپ سے بچ سکے۔

پھر آپ موسم سرما میں مکہ سے شمال کی جانب جانے والے پہلے قافلہ کا انتظار کرنے لگیں۔ جب قافلہ نے کوچ کا اعلان کیا تو آپ اپنے لختِ جگر کو لے کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئیں۔ آپ کے ساتھ آپ کی وفادار کنیز اُمِ ایمن بھی تھیں(1)۔ سیدہ آمنہ نے اپنے اس کاشانہ پر الوداعی نظر ڈالی جہاں انہوں نے اپنے شوہر نامدار حضرت عبداللہ کے ساتھ کچھ عرصہ گزارا اور اس میں ان کے وصال کے بعد اپنے لختِ جگر کو جنم دیا۔ پھر آپ حرم میں تشریف لے گئیں اور بیت اللہ کا طواف کیا اور دعا مانگی۔

یہاں سے شمال کی جانب نکلنے کا قصد کیا جہاں قافلہ روانہ ہونے کے لئے تیار تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اونٹوں کا شور اور الوداع کہنے والوں کی دعائیں سنائی دے رہی تھیں۔

شروع میں تو قافلہ آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ بلد حرام کی جدائی ان پر بڑی شاق گزر رہی ہے۔ حتیٰ کہ جب مکہ کے آثار ان بلند و بالا پہاڑوں میں ان کی نظروں سے اوجھل ہوئے جو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے تو یہ مسافر شمال کے راستہ پر گامزن ہو گئے اور حسب استطاعت تیزی سے سفر کرنے لگے تا کہ اپنے وقت پر شام کی منڈی میں پہنچیں اور پھر اپنے اہل و عیال اور احباب کی طرف واپس لوٹ آئیں۔ حدی خواں نے حدی گاتے ہوئے پہلے اپنے وطن کو الوداع کہا پھر اونٹوں سے پانی، سائے اور آرام کا وعدہ کیا تا کہ یہ تیز تیز چلیں اور مسافروں کو ان کی منزل مقصود تک پہنچا دیں پھر جب صحرا میں حدی خوان کی حدی کی صدائے بازگشت سنائی دی تو جدائی کے غم سے مسافروں کے دل پسیج گئے۔

سیدہ آمنہ نے بڑی شفقت سے اپنے لختِ جگر کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند

1۔ زرقانی 1: 163

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کر کے عنقریب ہونے والی ملاقات کا تصور کرنے لگیں۔ صحرا کے سکوت نے اس کیفیت میں اور اضافہ کر دیا۔ البتہ حدی کے نغمے کبھی کبھار کانوں میں پڑتے تھے۔ آپ نے اکثر سفر اسی کیفیت میں طے کیا لیکن جب کبھی حدی خواں کی غم انگیز حدی سن لیتیں جو آپ کو دور سے سنائی دیتی تو اپنے محبوب شوہر کی یاد سے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی اور نگاہیں افق شمالی پر مرکوز ہو جاتیں جہاں دور سے یثرب کے وہ سر سبز نخلستان دکھائی دے رہے تھے جس کے درختوں کے گھنے سائے عظیم مرقد پر پھیلے ہوئے تھے اور جن کی پاکیزہ خاک میں ان کے شوہر ابدی نیند سو رہے تھے۔

جب رات کی تاریکی چھا گئی، حدی خواں خاموش ہو گیا، قافلے والے سو گئے اور کائنات پر سکوت طاری ہو گیا تو سیدہ آمنہ نے اپنے اکلوتے لخت جگر کو سینے سے لگا لیا، خود خوابوں میں گم ہو گئیں جو انہیں ان کے شوہر نامدار کے مزار پرانوار پر لے گئے۔ وہ عالم تصور میں دیکھتی ہیں کہ حضرت عبداللہ کی روح اقدس دور سے اپنے محبوب زوجہ کے استقبال اور عزیز لخت جگر کو پیار کرنے آ رہی ہے۔

سفر اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا۔ سیدہ آمنہ ان تصورات سے نکل کر اپنے جگر گوشہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور انہیں پھر والد گرامی کے بارے میں بتانے لگیں اور پھر انہیں بتایا کہ ہم ابھی اس خوبصورت شہر میں پہنچ جائیں گے جس کے احد پہاڑ کے پیچھے سے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ یہ شہر ایک وسیع میدانی علاقے اور ہموار زمین پر واقع ہے۔ اس کی سر سبز گھاس حد نگاہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی بلند و بالا کھجوریں گھنا سایہ کر رہی ہیں۔ قافلہ نے تھوڑی دیر کے لئے یثرب میں پڑاؤ کیا۔ کچھ دیر کے لئے آرام کیا، پھر کھجوریں اور پانی لے کر شمال کی جانب اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ سیدہ آمنہ اپنے بیٹے اور کنیز کے ہمراہ بنو نجار میں اتر گئیں۔ سیدہ آمنہ جونہی اپنے میزبانوں کی خوش آمدید اور استقبال سے فارغ ہوئیں، اپنے بیٹے کو اس کمرے میں لے گئیں جہاں ان کے والد بیمار ہوئے تھے۔ اس کے بعد اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے چلی گئیں۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے کو ان کے ماموں زاد بھائیوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے ساتھ چھوڑ دیا۔آپ اپنے ننھیالی بھائیوں کے ساتھ باہر میدان میں نکل گئے، وہیں آپ نے بنی نجار کے حوض میں تیراکی سیکھی۔سیدہ آمنہ اپنے محبوب شوہر کی قبر پر ہر روز حاضری دیتیں۔کبھی ان کے ساتھ سرگوشی میں مشغول ہو جاتیں اور کبھی ان پر آہ و بکا طاری ہو جاتی۔وہ اپنی ان دونوں حالتوں پر راضی اور مطمئن تھیں۔محبوب سے قرب کی انسیت نے ان کے حزن و ملال کو کچھ ہلکا کر دیا تھا۔اس طرح پورا ایک ماہ گزر گیا۔اس دوران آپ نے اپنے شوہر کی قبر پر جی بھر کر آنسو بہا کر اپنے غموں کو بھلانے کی کوشش کی۔جبکہ آپ کے لختِ جگر شہر کی خوشگوار فضا اور ماموں زاد بھائیوں کی رفاقت سے مسرور تھے۔

کسی کو معلوم نہیں کہ سیدہ آمنہ نے یثرب سے مکہ کی روانگی سے پیشتر آخری رات کیسے گزاری۔میرا غالب گمان ہے انہوں نے یہ آخری رات اپنے شوہر کے ساتھ سرگوشیاں کرتے ہوئے گزاری ہو گی جن سے دوسری مرتبہ جدائی کا وقت قریب تھا۔آپ نے زبردستی اپنے دل کو، اپنے محبوب شوہر کی یادوں سے معطر شہر کو چھوڑنے پر آمادہ کیا۔آپ نے اپنے میزبانوں کی عمدہ مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا پھر آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئیں۔آپ کے ساتھ آپ کا بیٹا اور کنیز بھی تھیں آخری مرتبہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کی اور بڑے صبر و تحمل سے الوداع کہنے والوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملیں پھر اپنے آپ کو غم و حزن کے حوالے کر دیا۔اونٹنی حدی خوانی کے بغیر ہی ان کو لے کر مکہ کی جانب چل پڑی۔

الوداع

ابھی انہوں نے مکہ اور یثرب کے درمیان کچھ مسافت طے ہی کی تھی کہ ایک انتہائی تیز آندھی چلی۔جس کی جلا دینے والی ہوا نے مسافروں کو جھلسا کر رکھ دیا۔ان کے اردگرد اڑتی ہوئی ریت آگ کے انگارے معلوم ہوتی تھی۔اس وجہ سے یہ مختصر سا قافلہ کچھ دنوں کے لئے رک گیا۔جب یہ آندھی تھم گئی اور اس کی شدت میں کمی آئی تو یہ پھر اپنے سفر پر گامزن ہو گیا۔

سیدہ آمنہ نے اپنے جسم میں کچھ کمزوری محسوس کی۔اس نئی جدائی کی جلن نے ان کی طبیعت پر بڑا گہرا اثر ڈالا۔ابتداء میں تو (حضرت) محمد (ﷺ) یعنی والدہ کی یہ حالت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیکھ کر بالکل نہ گھبرائے کیونکہ آپ کو امید تھی کہ ان کی طبیعت صحیح ہو جائے گی لیکن سیدہ آمنہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ ان کا آخری وقت قریب ہے۔آپ نے اپنے لخت جگر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔آپ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے۔ بیٹا اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے ان کے آنسوؤں کو خشک کرنے لگا۔اسے ایسی تکلیف دہ حالت سے پہلے واسطہ نہیں پڑا تھا۔اچانک سیدہ آمنہ کے بازوؤں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔حضرت محمد ﷺ نے آپ کو بڑے غور سے دیکھا۔یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ خوفزدہ ہو گئے کہ ان کی آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔آہستہ آہستہ ان کی آواز بھی پست ہو رہی ہے یہاں تک کہ ہچکی لینے لگیں۔آپ نے روتے ہوئے ان کی طرف دیکھا کہ وہ اس سے بات کریں۔کہا جاتا ہے کہ سیدہ آمنہ نے اپنے لاڈلے کی طرف دیکھا اور کہا:

''میرے نور! اللہ تجھے برکت دے۔اے اس عظیم باپ کے فرزند! جس نے بادشاہ حقیقی اور منعم کائنات کی عنایت و مہربانی سے زبردست موت کے آہنی چنگل سے نجات حاصل کی۔جس روز قرعہ اندازی ہوئی تو ان کے بدلے سو اونٹ چرنے والے قربان کیے گئے۔''

آپ تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہو گئیں اور کچھ سکون سا ہوا پھر آپ دھیمے دھیمے سانس لینے لگیں اور موت کی ہچکی میں آہستہ سے کہا:

''ہر نیا پرانا ہو گا اور بڑا فنا ہو گا۔میں تو اب مر رہی ہوں لیکن میرا جگر دنیا میں باقی رہے گا کیونکہ میں ایک ایسے بچے کو جنم دے چلی ہوں جو سراپا طہارت اور سراسر خیر ہے۔''

اس عدم کے سکون میں آپ کی آواز گم ہو گئی۔اس کے بعد آپ نے کوئی کلام نہ کیا نہ کبھی کریں گی۔

کائنات پر ایک مہیب سکوت طاری ہو گیا پھر غمگین بچے کی دلدوز چیخ نے اس سکوت کو توڑا۔جو صحرا میں اپنے والدہ کے دست اقدس پر سر رکھے اسے آوازیں دے رہا تھا لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا پھر وہ بچہ ام ایمن کی طرف متوجہ ہوا اور اس زندگی کے سراغ کے بارے میں پوچھنے لگا جس کی شمع بجھ چکی تھی۔بچے نے اس جسد خاکی کے ٹھنڈا ہونے اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آواز کے خاموش ہو جانے کے بارے میں پوچھا۔ اس مسکین عورت نے بچے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ سوچے سمجھے بغیر کہنے لگی۔ بیٹا! یہ موت ہے۔ موت کیا ہے؟ اس نے بتایا: یہ موت وہی ہے جس نے پہلے تمہارے والد گرامی کو بے خبری میں مار ڈالا تھا۔ یہ وہی ہے جس نے تمہاری ماں کو بیوہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد ان کی زندگی کا کوئی لمحہ خوشگوار نہ رہ سکا اور نہ ہی سات سال کی طویل مدت میں ان کے دل کا یہ زخم مندمل ہوا۔ یہ موت وہی ہے جو پیاروں کو زمین کے اندر دفن کر دیتی ہے۔ اس کے بعد نہ تو وہاں سے واپسی ہو سکتی ہے اور نہ ہی ملاقات اور یہی موت ہے جو مسافر کو اس منزل پر لے جاتی ہے جہاں سے وہ واپس نہیں آتا۔ یتیم لخت جگر حیرانگی کے عالم میں ارد گرد دیکھتا ہے۔ کائنات اسے بڑی خوفناک نظر آتی ہے۔ اسے یوں محسوس ہوتا ہے کائنات کو وحشت اور مصیبت نے ڈھانپ لیا ہے۔ اس کی بیقرار آنکھیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ اس پر بھی خاموشی طاری ہے اور ہلکا نیلا رنگ چھایا ہوا ہے پھر اس نے اپنی تھکی ماندی نظر کو دور افق میں دوڑایا تو اسے بادلوں کے بکھرے ہوئے ٹکڑے نظر آئے۔ آخر یتیم لخت جگر اپنی والدہ کی طرف لوٹا اور اس کے قریب بیٹھ کر خاموشی سے ان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ ادھر ام ایمن نے سیدہ آمنہ کے جسد مبارک کو کپڑے سے لپیٹ دیا اور چہرے مبارک پر کپڑا باندھ کر آنکھوں کو بند کر دیا پھر جسد خاکی کو اٹھا کر قریبی گاؤں ابواء لے گئیں تاکہ وہاں آپ کی آخری آرام گاہ کا بندوبست کیا جائے۔ بچہ سر جھکائے خاموشی سے پیچھے چلا آ رہا ہے۔ جب ان کو قبر میں دفن کرنے لگے تو لخت جگر اپنی ماں کے ساتھ چمٹ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی ماں کے ساتھ جائے۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر لوگوں پر گریہ وزاری طاری ہوگئی۔ کہنے لگے۔ کچھ دیر کے لئے بچے کو ماں کے ساتھ رہنے دو۔ پھر نرمی سے سمجھا کر اسے دور لے جانا اور اس کی والدہ کو دفن کر دینا۔

یتیم کی واپسی

جب اُم ایمن در یتیم کو لے کر مکہ پہنچیں تو اس غمزدہ بچے کو دیکھ کر اہل مکہ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ جو ایک ماہ پہلے خوشی خوشی اپنی ماں کے ساتھ یثرب گیا تھا۔ آج وہ تن تنہا یتیمی کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ساتھ ماں کی جدائی کا زخم بھی لے کر واپس لوٹ رہا ہے۔

وہ غم وحزن کے تلخ ذائقہ سے آشنا ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی عزیز ترین ہستی کی موت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ہائے افسوس! اس المناک حادثہ کے بارے میں اس کی والدہ نے اسے کئی بار بتایا تھا جب وہ اس کے سامنے اس کے والد عبداللہ کا ذکر کرتیں۔

اہل مکہ حضرت محمد ﷺ کی اس واپسی کو اس دن پھر یاد کریں گے جب وہ نصف صدی بعد رات کی تاریکی میں اس شہر سے ہجرت کر کے یثرب کی طرف نکلیں گے۔ آپ ﷺ کے ساتھ جناب ابوبکر صدیق ہوں گے اور قریش آپ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہوں گے۔ اہل مکہ اس یتیم کی واپسی کو اس دن بھی یاد کریں گے جب وہ دارِ ہجرت سے پھر اس کی طرف لوٹیں گے اور اس میں فتح ونصرت کے ساتھ داخل ہوں گے تاکہ ان بتوں کو پاش پاش کر دیں جن کی وجہ سے حرم شریف کی عظمت داغدار ہو چکی ہے۔ اس وقت بیت اللہ کی چھت پر سے اللہ اکبر کا نعرہ مستانہ بلند ہو گا پھر اسی نعرہ مستانہ کی صدا جزیرۂ عرب کے اطراف واکناف میں گونجے گی۔

آخر پھر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ نعرۂ مستانہ آفاق عالم میں بلند ہوتا چلا جائے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

باب ہفتم

یادگار

ناقابلِ فراموش یادیں
وہ خیال جو کبھی ذہن سے غائب نہیں ہوتا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ناقابل فراموش یادیں

""میں یہاں اپنی والدہ کے ساتھ اترا تھا اور اس گھر میں
میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔""
(ہجرت کے بعد عدی بن نجار کا گھر دیکھنے کے موقع پر فرمان)

یہاں سیدہ آمنہ کی روئے زمین پر زندگی کا ایک باب ختم ہو جاتا ہے۔ تاریخ کچھ مدت کے لئے آپ سے منہ پھیر لیتی ہے۔ چونتیس سال بعد پھر آپ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور آپ کو ایک رفیع الشان مقام دیتی ہے کہ آپ اس نبی کی ماں ہیں جسے آپ نے یتیمی کی حالت میں حجاز کے صحرا میں مکہ اور یثرب کے درمیان تنہا چھوڑا تھا۔ جونہی حضرت محمد ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس کی ہوتی ہے، آسمانی وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو رسالت کے اعلیٰ منصب پر فائز کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو منتخب کر کے اس دین قیم کے ساتھ مبعوث کرتا ہے جس کی اتباع ایک دن مشرق و مغرب میں نوع نوع کے کروڑوں نفوس کریں گے۔

سیدہ آمنہ اپنے لخت جگر کے دل میں ہمیشہ زندہ رہیں، آپ ﷺ کا دل ہمہ وقت ان کی یادوں میں دھڑکتا رہتا اور آپ پر اتنی غم انگیز رقت طاری ہو جاتی کہ سنگدل کے آنسو بھی نکل پڑتے۔

سیدہ آمنہ کی وفات کے بعد حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ وہ آپ پر اپنے بیٹوں سے بڑھ کر محبت و شفقت فرماتے۔ ہمیشہ آپ کو اپنے قریب رکھتے اور رات کو بھی اپنے قریب سلاتے۔ طبقاتِ ابن سعد میں منقول ہے۔

""حضرت عبدالمطلب جب حرم شریف میں حاضری کے لئے جاتے تو ظل کعبہ میں ان کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لئے خاص نشست گاہ بنائی جاتی۔ ان کے فرزندگان از راہ ادب اس نشست گاہ سے دور ہٹ کر بیٹھتے لیکن جب حضور ﷺ تشریف لاتے تو بلا جھجک اپنے ذی وقار دادا جان کی نشست پر بیٹھنے کے لئے آگے بڑھ جاتے۔ حضور ﷺ کے چچا ان کو ایسا کرنے سے روکتے تو حضرت عبدالمطلب فرماتے اسے مت روکو، اسے آگے آنے دو۔ بخدا، اس کی بڑی شان ہو گی پھر حضور (ﷺ) کو اپنے ساتھ بٹھاتے اور آپ کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے۔

دادا جان کی وفات کے بعد آپ (ﷺ) کے چچا ابوطالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ وہ بھی آپ (ﷺ) سے شدید محبت کرتے اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ حتیٰ کہ آپ کی اولاد صبح یا شام کا کھانا کھانے کا ارادہ کرتے تو کہتے ٹھہر جاؤ، میرے بیٹے کو آنے دو(1)۔

آپ (ﷺ) کو آپ کی چاچی فاطمہ بنت اسد نے بہت پیار دیا اور آپ (ﷺ) کی زوجہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو اس قدر محبت دی کہ جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کے باوجود آپ (ﷺ) یتیمی کا تلخ غم بھول نہ پائے۔ یہ بے پناہ محبت وشفقت اور انس و پیار آپ (ﷺ) کے دل میں اس المناک منظر کے نقوش نہ مٹا سکا جو آپ (ﷺ) کو صحرا میں والدہ کے وصال کے وقت پیش آیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اپنی طبقات میں روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے عمرہ میں جب نبی پاک (ﷺ) اپنی والدہ کی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ (ﷺ) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی ہے۔ آپ (ﷺ) قبر پر تشریف لائے اور اسے درست کیا۔ آپ (ﷺ) کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ (ﷺ) کی یہ کیفیت دیکھ کر صحابہ کرام بھی رونے لگے۔ آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ والدہ کی محبت وشفقت یاد آ گئی، اس لئے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے(2)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک دن نبی کریم (ﷺ) باہر نکلے تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑے۔ حتیٰ کہ ہم چند قبروں کے پاس پہنچے، آپ

1۔ سیرت حلبیہ　　2۔ طبقات ابن سعد 1: 77/ نہایت الارب 16: 87/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ہمیں وہیں بیٹھنے کا حکم دیا اور خود ان قبروں سے گزر کر ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور بہت دیر تک مناجات میں مشغول رہے پھر آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ یہ دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ پھر حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہماری طرف تشریف لائے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! کس کی یاد نے آپ کو رلایا ہے؟ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے تو ہمیں بھی رلا دیا اور خوفزدہ کر دیا۔ آپ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ہماری طرف اشارہ کر کے فرمایا کیا تم بھی میرے رونے سے گھبرا گئے تھے۔ ہم نے عرض کی، جی ہاں یا رسول اللہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! آپ نے دو یا تین مرتبہ پوچھا، پھر ارشاد فرمایا تم نے مجھے جس قبر کے پاس مناجات کرتے دیکھا وہ میری والدہ آمنہ بنت وہب کی ہے۔ میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تھی، اس نے مجھے اجازت دے دی(1)۔

اس طرح دنیا نے دیکھا کہ وہ ٹکڑا زمین جسے وہ معمولی خیال کرتی رہی، آپ کی نگاہوں کا مرکز رہا کہ یہاں ان کی والدہ محترمہ کی آخری آرامگاہ ہے۔ آپ کا دل مسافت و بعد کے باوجود اسی کی طرف مائل رہتا۔

قریش کو بھی اس چیز کا علم تھا۔ حتیٰ کہ جب ہند بنت عتبہ مشرکین کے اس لشکر کے ساتھ ابواء کے مقام سے گزری جو بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے مدینہ جا رہا تھا تو اس نے سپہ سالارِ اسلام کو اذیت دینے کے لئے ان کی والدہ کی قبر کو اکھیڑنے سے زیادہ اور کوئی بہتر حربہ مناسب نہ سمجھا اور قریش کی حفاظت کے لئے سیدہ آمنہ کے اعضاء مبارکہ کو کسی اور چیز سے زیادہ قیمتی نہ پایا۔ ہشام بن عاصم اُسلمی روایت کرتے ہیں کہ جب قریش غزوۂ احد میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جنگ کے لئے نکلے تو ابواء کے مقام پر فروکش ہوئے۔ ہند بنت عتبہ نے اپنے خاوند سفیان بن حرب سے کہا محمد بن عبداللہ کی والدہ آمنہ کی قبر یہاں ابواء میں ہے، اسے تلاش کرو۔ اس جنگ میں تم میں سے اگر کوئی قید ہو گیا تو اس کے اعضاء کے بدلہ میں اسے چھڑا لینا۔(2)

1۔ صحیح مسلم: 11/ 8-105، سنن ابی داؤد: 20/ 75   2۔ تاریخ مکہ: 481، امام سیوطی: الحاوی: 2/ 233

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابوسفیان نے قریش سے ابھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا کہ ہند پر انتہائی خوف طاری ہو گیا اور اس نے چیخ کر اپنے خاوند سے کہا اسے رہنے دو۔ ہم پر ہلاکت کا یہ دروازہ مت کھولو۔ شاید اس ناپسندیدہ حرکت پر اسے ابن آمنہ اور اہل ایمان کے غیظ وغضب کے تصور نے خوفزدہ کر دیا ہو۔(1)

قریش کا لشکر ابواء سے کوچ کر گیا اور انہوں نے سیدہ آمنہ کی قبر کی بے حرمتی کی جرأت نہ کی۔ جس میں انہیں آج سے چالیس سال پہلے ان کے یتیم لخت جگر نے اتارا تھا اور جسے وہ عمر بھر نہ بھول سکے۔

زمانہ کے حوادث اور لیل ونہار کی گردش، والدہ کی گود میں گزارے ہوئے ایام کی یادوں کو آپ ﷺ کے دل سے نہ مٹا سکی۔ اپنی والدہ کے ساتھ یثرب کے پہلے سفر کے مناظر ابھی تک آپ (ﷺ) کو یاد تھے۔ جب آپ (ﷺ) نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ ان مقامات سے گزرے جو آپ نے نصف صدی پہلے دیکھے تھے انہیں دیکھ کر آپ (ﷺ) کے ذہن میں وہ یادیں تازہ ہو گئیں۔

مروی ہے جب آپ (ﷺ) نے عدی بن نجار کے محلہ کو دیکھا تو ارشاد فرمایا "یہاں میں اپنی والدہ کے ساتھ آیا تھا اور اس گھر میں میرے والد جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے"۔(2)

جب آپ (ﷺ) بنی عدی کے قلعہ کے قریب سے گزرے تو آپ (ﷺ) کے دل پر رقت طاری ہو گئی فرمایا یہاں میں اپنے ماموں زادوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور بنی نجار کے تالاب میں تیراکی سیکھی۔ آپ (ﷺ) نے اپنے ان گزرے ہوئے ایام کو فراموش نہیں کیا تھا اور آپ (ﷺ) کو وہ گھر بھی نہیں بھولا جہاں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اور جسے والدہ کے وصال کے بعد دروازے بند کر کے خالی چھوڑ دیا گیا۔ شاید مکہ میں

1۔ یہ بھی ہو سکتا ہے مگر حق بات یہ ہے کہ غیرت الٰہی نے گوارا نہ کیا کہ اس کی ایک عفت مآب بندی اور اس کے محبوب رسول کی ماں کی یوں بے حرمتی کی جائے۔ اس لئے ہند کو اس کی مذموم جسارت سے روکنے کے لئے اس پر شدید خوف مسلط کر دیا۔ (القادری)

2۔ طبقات ابن سعد: 1/ 77

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اپنی جوانی کے ایام میں آپ ﷺ وہاں سے کئی بار گزرے ہوں اور اس گھر کے پاس کھڑے ہو کر اس سے سوال کرتے ہوں کہ حوادثاتِ زمانہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا اور آپ کو اپنی والدہ کی اس وقت کی یاد آتی ہو گی جب وہ یہاں سکونت پذیر تھیں۔

حتیٰ کہ حضور (ﷺ) نے مکہ سے ہجرت فرمائی جہاں آپ کے بچپن کا زمانہ گزرا تھا۔ جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ واپس تشریف لائے اور آپ (ﷺ) کو معلوم ہوا کہ آپ کا گھر اپنے چچا زاد عقیل بن ابی طالب کے قبضہ میں ہے تو آپ (ﷺ) نے ان سے واپس لینا پسند نہ فرمایا۔ اسی طرح آپ (ﷺ) نے مہاجرین کے لئے بھی یہ پسند نہ فرمایا کہ وہ ان مالوں کو واپس لیں جنہیں وہ اللہ کی رضا کے لئے چھوڑ کر ہجرت کر گئے تھے۔

آپ (ﷺ) کا گھر عقیل اور ان کی اولاد کے پاس رہا۔ یہاں تک کہ محمد بن یوسف نے خرید کر اپنے گھر بیضاء میں شامل کر لیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران جب حج کے لئے مکہ آئیں تو اس نے آپ (ﷺ) کی جائے ولادت کو مسجد بنا دیا۔ جس کا دروازہ اس گلی میں کھولا گیا جو زقاق المولد (جائے پیدائش والی گلی) کے نام سے مشہور تھی اس کے مکینوں کا کہنا تھا جب وہ اس میں منتقل ہوئے تھے قسم بخدا، اس میں نہ تو ہمیں کوئی مصیبت آئی اور نہ کوئی آفت اور جب سے اس سے نکلے ہیں، زمانہ ہم پر سخت ہو گیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

خیال، جوذہن سے کبھی غائب نہیں ہوتا

"میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں، اس میں طویل قرأت کرنا چاہتا ہوں، پھر بچے کے رونے کی آواز سن کر اپنی نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے اس کی ماں کا تکلیف میں ہونا پسند نہیں۔" (حدیث شریف)

لخت جگر کی عمر سات برس ہونے سے پہلے ہی سیدہ آمنہ آسودۂ خاک ہو گئیں۔ دنیا نے آپ کے وصال کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خوشگوار زندگی بھی گزارتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو منصب نبوت پر فائز کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بت پرستی، شرک اور گمراہی کے خلاف کامیاب تاریخی معرکے بپا کرتے بھی دیکھا۔

لیکن جب تک آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس ظاہری دنیا میں زندہ رہے، ماں کا حسین تصور آپ کے ذہن میں باقی رہا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جہاں بھی گئے، جہاں بھی ٹھہرے، ماں کی یادیں ساتھ رہیں۔ انہوں نے آپ کے قلب اقدس پر رحمت و رأفت اور الفت و محبت کے انمٹ نقوش ثبت کئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نزدیک مامتا کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اس کی بلندی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ میں اپنی رضاعی والدہ ثویبہ کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی بڑی عزت و تکریم کیا کرتی تھیں۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہجرت کے بعد مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کپڑے اور دوسرے تحائف بھیجا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سات ہجری میں خیبر کی فتح سے واپسی پر انہیں ان کے وصال کی خبر ملی۔ جب ایک سال بعد آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کامیاب و

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کامران مکہ میں داخل ہوئے تو فتح کی خوشی میں بھی آپ (ﷺ) نے حضرت ثویبہ کو فراموش نہ کیا بلکہ ان کے بیٹے مسروح کے بارے میں پوچھا۔آپ (ﷺ) کو بتایا گیا کہ وہ اپنی والدہ سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا، اب اس کا کوئی عزیز باقی نہیں رہا۔(1)

اسی طرح آپ (ﷺ) اپنی حبشی دایہ اُم ایمن کے ساتھ بھی حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔ یہ سفر یثرب میں آپ (ﷺ) کی والدہ کے ساتھ تھیں۔ ابواء کے مقام پر ان کے وصال کے وقت بھی موجود تھیں۔ نبی پاک (ﷺ) جب بھی اُم ایمن کی طرف دیکھتے تو آپ (ﷺ) پر رقت طاری ہو جاتی اور فرماتے۔ یہ میری ماں آمنہ کے بعد میری ماں ہیں۔(2)

اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کے ساتھ آپ (ﷺ) کا حسن سلوک آپ کے دل میں جاگزیں مامتا کی محبت کا مظہر ہے۔ ابوطفیل عامر بن واثلہ کنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جعرانہ کے مقام پر نبی کریم (ﷺ) کو گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا۔ میں اس وقت بچہ تھا اور اونٹ کی ہڈیاں اٹھا رہا تھا۔ ایک عورت آئی۔ جب وہ حضور (ﷺ) کے قریب پہنچی تو آپ (ﷺ) نے اس کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو فرمایا یہ میری رضاعی والدہ ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری میں جب رسول اللہ (ﷺ) غزوۂ طائف سے فتح ونصرت کے ساتھ واپس لوٹے۔ تو آپ (ﷺ) کے ساتھ بنو ہوازن کے عورتوں اور بچوں سمیت چھ ہزار قیدی اور لاتعداد اونٹ اور بکریاں تھیں۔ آپ (ﷺ) کے پاس بنو ہوازن کا ایک وفد جو مسلمان ہو چکا تھا۔ آیا، ایک شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ (ﷺ)! ان قیدیوں میں آپ کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں کیونکہ حلیمہ سعدیہ بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی اس درخواست نے آپ (ﷺ) کے دل پر بڑا اثر کیا اور اپنی رضاعی والدہ کی نسبت سے ان کی اس درخواست کو قبول فرمالیا۔ آپ

1۔ الروض الانف: 9/2   2۔ الروض الانف: 79/2

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ﷺ کے ذہن میں اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا تصور آ گیا۔ آپ (ﷺ) نے انہیں فرمایا کہ ان میں سے جو میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ میں تمہیں ہبہ کرتا ہوں۔ ہاں جب میں ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوں تو تم کھڑے ہو کر یہ کہنا:

”ہم اپنے بچوں اور عورتوں کی واپسی کے سلسلہ میں حضور (ﷺ) کو اہل ایمان کے سامنے بطور شفیع پیش کرتے ہیں اور اہل ایمان کو بارگاہ رسالت میں شفیع بناتے ہیں۔“

جب تم اس طرح کہو گے تو میں اپنے حصہ کے جنگی قیدی تمہارے حوالے کر دوں گا اور دوسرے اہل ایمان سے ان کے حصہ کے جنگی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کروں گا۔

جب حضور (ﷺ) ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ کھڑے ہو گئے، جسے انہیں آپ (ﷺ) نے سمجھایا تھا اسی طرح انہوں نے اپنی گزارش پیش کی۔ پھر رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا جو قیدی میرے اور بنو عبدالمطلب کے حصہ میں آئے ہیں، وہ میں تمہیں ہبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر مہاجرین نے عرض کی، جو جنگی قیدی ہمارے ہیں وہ ہم اللہ کے رسول کی نذر کرتے ہیں۔ اسی طرح انصار نے بھی کہا، جو جنگی قیدی ہمارے حصے میں آئے ہیں ہم وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی بارگاہ بطور نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ جب رسول اللہ (ﷺ) نے دیکھا کہ بنو تمیم اور بنو فزارہ جیسے قبائل جو ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس بارے میں تردد سے کام لے رہے ہیں تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا تم میں سے کچھ اپنے قیدیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ جب اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اموالِ خیر ہمیں عطا فرمائے گا اور اس میں سے ہر مجاہد کو جو حصہ ملے گا۔ اگر وہ چھوڑ دے تو اس سے چھ گنا فی قیدی ہم ان کو معاوضہ دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے بھی بنو ہوازن کی عورتوں اور بچوں کو واپس کر دیا کیونکہ اس میں رسول اللہ (ﷺ) کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں تھیں۔

رسول اللہ (ﷺ) کو اپنی چچی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کی ذات میں بھی اپنی والدہ کی صورت نظر آتی تھی۔ یہ بچپن میں آپ (ﷺ) کی نگہداشت فرمایا کرتی تھیں۔ آپ (ﷺ) ان کو بھی اپنی ماں کے بعد ماں تصور کرتے تھے۔ سیرت نگاروں نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب علی بن ابی طالب کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی قمیض انہیں پہنائی اور ان کی قبر میں لیٹے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جو سلوک آپ نے ان سے کیا ہے۔ ہم نے اس سے پہلے آپ کو کسی سے کرتے نہیں دیکھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ حضرت ابوطالب کے بعد ان سے بڑھ کر کسی نے مجھے عزیز نہیں رکھا۔ میں نے انہیں اپنی قمیض پہنائی ہے تا کہ انہیں جنت کا نورانی لباس پہنایا جائے اور میں قبر میں لیٹا ہوں تا کہ ان پر قبر کی منزلیں آسان ہو جائیں۔

اسی طرح حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ سے جو پیار اور محبت تھی، اس میں بھی آپ ماں کی محبت اور پیار کی چاشنی محسوس کرتے۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی تو اس وقت آپ کا نکاح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور ہجرت سے تین سال پہلے ان کا وصال ہوا۔ اس طویل رفاقت میں آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا اور نہ آپ تمام زندگی اس محبت کو بھولے کیونکہ ماں کے وصال کے بعد ماں کی جو محبت آپ سے چھن گئی تھی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی محبت اس کا معاوضہ تھی۔ الغرض آپ کو ان میں اپنی ماں کی صورت اور ان کی محبت وشفقت نظر آتی تھی۔(1)

یہاں تک کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے بچہ کے ساتھ پیار کرنے والی ہر ماں میں اپنی ماں کی صورت دکھائی دیتی۔ آپ جتنے کسی ماں کی ماں کی مامتا سے متاثر ہوتے اتنے کسی اور چیز سے متاثر نہ ہوتے۔ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مثال بیان کرنے کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے والدہ کی محبت سے زیادہ کوئی مناسب چیز نہ پائی۔ روایت میں ہے کہ کچھ قیدی مدینہ طیبہ میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی۔ جب اس عورت نے اپنے بچے کو قیدیوں میں دیکھا تو اسے اپنے سینہ سے لگا کر

اس سے مراد یہ ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس اخلاص اور محبت سے خدمت کی اس کی مٹھاس سے یتیمی اور ماں کی جدائی کی تلخی بہت حد تک کم ہوگئی۔ یہ نہیں کہ آپ اپنی رفیقہ حیات کو ماں کی طرح خیال کرتے تھے۔ (القادری)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دودھ پلانے لگی۔ آپ (ﷺ) نے صحابہ کرام سے فرمایا کیا خیال ہے، یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ اگر اس کے بس میں ہوگا تو وہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں پھینکے گی۔ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔

اس میں ذرا بھی شک و شبہ بھی نہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) کا دل اپنی والدہ کی یاد سے معمور تھا۔ اس لئے آپ (ﷺ) نے ماتا کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے جو مقام بشریت میں سب سے اعلیٰ اور مکرم ہے۔ آپ (ﷺ) نے جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے رکھ دیا اور ماں کی خدمت اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کو جہاد فی سبیل اللہ پر مقدم قرار دیا۔

جب ایک صحابی ماریہ بن جہمہ سلمی رضی اللہ عنہ رضائے الٰہی کی خاطر جہاد کے لئے اجازت طلب کرنے آپ کے پاس آئے تو آپ (ﷺ) نے ان سے دریافت فرمایا کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے عرض کی ہاں۔ تو آپ (ﷺ) نے انہیں حکم فرمایا، جاؤ اپنی والدہ کی حسن ادب سے خدمت کرو۔ انہوں نے دوسری بار جہاد کی اجازت طلب کی تو آپ (ﷺ) نے پھر یہی حکم فرمایا۔ جب وہ تیسری مرتبہ آئے اور جہاد میں شرکت کے لئے اصرار کیا تو حضور (ﷺ) نے پھر وہی سوال دہرایا۔ اس نے عرض کی۔ ہاں۔ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: خدا تمہارا بھلا کرے، اس کے پاؤں کو لازم پکڑ و وہی تمہاری جنت ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اس کی خدمت کرو جنت اس کے قدموں تلے ہے۔(1)

انسانیت آج بھی رسول اللہ (ﷺ) کے اس ارشاد کو غور سے سن رہی ہے اور مستقبل میں بھی سنے گی:

''میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور اس میں طویل قرأت کرنا چاہتا ہوں، پھر بچے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ ماں کی تکلیف مجھے سخت ناگوار گزرتی ہے۔''

انسانیت کی نگاہ سے یہ چیز پوشیدہ نہیں رہے گی کہ وہ عظیم دل آمنہ رضی اللہ عنہا بنت

1۔ الاستیعاب: 3/ 14-13

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وہب کے پیار اور محبت سے معمور ہے، جو ممتا کی تکریم اور توقیر کے اعلیٰ ترین جذبات کے ساتھ دھڑک رہا ہے۔ سیدہ آمنہ کے لال، نبی پاک (ﷺ) کے اس ارشاد کے بعد انسانیت کے لئے ماں پر فخر کرنے کے لئے اور کونسی چیز باقی رہ جاتی ہے۔

''اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پاتا اس حال میں کہ میں عشاء کی نماز میں ہوتا اور میں سورۂ فاتحہ پڑھ چکا ہوتا اور پھر میری والدہ مجھے آواز دیتی۔ محمد (ﷺ)! تو میں ان کی آواز پر لبیک کہتا۔(1)

............o............

''زمانہ آپ (ﷺ) کی وجہ سے فخر کرتا ہے۔ آپ (ﷺ) کی بدولت بلندیوں کو بھی سرفرازی مل جاتی ہے۔

آپ (ﷺ) کی بدولت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو وہ مبارک فضیلت ملی جس کے باعث آپ کو، عورت کو عزت وشرف حاصل ہوا۔''

رسول اللہ (ﷺ) اپنا فریضہ رسالت ادا کرنے کے بعد مدینہ کی پاک سرزمین میں آرام فرما گئے۔ جس میں آپ (ﷺ) کے والد ماجد پہلے ہی آرام فرما چکے تھے۔ آپ (ﷺ) بھی اس انجام سے گزرے جس سے ہر انسان گزرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور نہیں محمد (مصطفیٰ ﷺ) مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول، تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا

1۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ کا کچھ بھی اور جلد اجر دے گا اللہ شکر کرنے والوں کو۔"

لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تاریخ انسانیت کی نظر میں آج بھی زندہ ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان اربوں نفوس میں زندہ ہیں جو آپ پر ایمان لائے اور لاتے رہیں گے۔ دنیا کا سر ہمیشہ اس عظیم رسول کے سامنے جھکا رہے گا۔ اس نے اللہ اکبر کا نعرہ تکبیر بلند کیا، اس وقت روی سلطنت کے اقبال کا آفتاب نصف النہار پر تھا پھر غروب ہو گیا۔ وہ عرب بدو، جو جزیرہ عرب سے صرف موسم گرما و سرما میں تجارتی سفروں پر نکلتے تھے۔ انہوں نے رومی سطوت کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔ وہی قیصر و کسریٰ اور فراعنہ مصر کے تخت و تاج کے مالک بنے۔ پھر مشرق کی طرف نکلے اور اسلام کے پیغام کو دیوار چین تک پہنچا دیا پھر اسی پیغام کو لے کر مغرب کی طرف نکل گئے اور بحر اٹلانٹک کے ساحل پر پہنچ کر متعصب کیتھولک کے قلعہ اسپین میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی پھر شمال کی جانب چل دیئے تو یورپ کے مرکز میں آسٹریا کی شہنشاہیت کے دروازے پر دستک دے دی۔

عقل ہمیشہ اس کامل بشر کی عظمت کے سامنے حیران اور سرنگوں رہے گی جسے آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب نے جنم دیا۔ جو کھاتا ہے، بازاروں میں چلتا ہے، جس نے یتیمی کی تلخیوں کو چکھا، نکاح کیا، اولاد ہوئی اور ہر انسان کی مثل اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اس عظیم رسول نے ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں تاریخ انسانی کا رخ موڑ دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بڑی بڑی سلطنتوں اور قوموں کی تقدیر بدل دی اور انہیں جزیرہ عرب کی طرف متوجہ کر دیا۔ وہ اس بنجر اور چٹیل جزیرہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ انہیں اس کے باشندوں کے بارے میں بھی کوئی خبر نہ تھی جو اس لق و دق صحرا اور خشک چٹانوں کے درمیان اونٹوں پر سفر کیا کرتے تھے۔

کیتانی جو ویٹیکن سٹی میں پیدا ہوا اور راہب کی نگرانی میں پل کر جوان ہوا۔ وہ چودہویں صدی ہجری کی ابتداء میں جزیرۂ عرب کی سیاحت کے لئے سفر پر نکلتا ہے تاکہ وہ اس دریتیم جس نے یہاں بکریاں چرائیں کی عظمت، اور اس کے پیروکاروں کی اس سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شدید محبت کا راز جان سکے۔ایک اور مستشرق اپنے ہاتھ میں قلم لئے بڑے تعجب اور حیرانگی کے عالم میں اس معجزہ کے بارے میں سوال کرتا ہے جس نے سوکھا گوشت کھانے والی قریشی عورت آمنہ کو عظیم ہیرو دیا۔

جیسا کہ کارلائل نے بیان کیا ہے۔آپ (ﷺ) اس عالم رنگ و بو میں مبعوث ہونے والے انبیاء میں سے وہ نبی ہیں جو کامل تاریخ کی روشنی میں پیدا ہوئے۔ان کا معجزہ کتاب عربی ہے پھر بھی آپ اپنی بشریت پر قائم ہیں۔آپ (ﷺ) نے اپنے آپ کو اپنے پیروکاروں کی اس اختراع و افتراء سے محفوظ رکھا، جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں نے ان کو متہم کیا مثلاً انہیں الہ بنادیا، اللہ کا بیٹا قرار دیا۔

کیا دنیا محمد (ﷺ) سے پہلے یا بعد کسی عورت کے بیٹے کو جانتی ہے جس کے ہر روز کا عمل خواہ معمولی ہو یا غیر معمولی قانون بن جاتا ہے۔جس پر اس کے اربوں ماننے والے عمل پیرا ہیں اور آج تک پورے ایمان و یقین سے اس پر کاربند ہیں۔

پوری نسل انسانی کے کسی گروہ میں ہرگز کوئی ایسا فرد نہیں جو انسان کے لئے کامل نمونہ ہو اور جس کے افعال کی بڑی احتیاط کے ساتھ پیروی کی جاتی ہو۔یہ شرف صرف حضرت محمد (ﷺ) ہی کو حاصل ہے۔جنہیں آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب نے جنم دیا حرم شریف کے قریب، ربیع الاول کی ایک صبح۔پھر جب آپ (ﷺ) چھ سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کو اپنے والد کی قبر کی زیارت کے لئے یثرب لے گئیں اور پھر راستہ میں ہی آپ (ﷺ) کو تنہا چھوڑ کر دار آخرت کی طرف کوچ کر گئیں۔اُم ایمن جب حجاز کے صحرا میں ان کے جسد مبارک کو دفن کر رہی تھیں تو انہیں معلوم نہ تھا کہ جانے والی اپنے پیچھے ایک ایسی عظیم یادگار نشانی چھوڑ گئی ہے جو زمانے کو زیر کر دے گا اور فنا پر غالب آجائیگا۔جس وقت وہ خوفناک صحرا میں اپنی مالکن پر رو رہی تھیں انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے بیٹے پر ایمان لانے والے لوگ چند سالوں بعد اس قبر کی زیارت کیا کریں گے اور انہیں یہ محسوس ہو گا کہ جن بھی ان کا مرثیہ کہہ رہے ہیں:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

"ہم ایک امانتدار، خوبصورت، پاکدامن اور سنجیدہ بی بی پر روتے ہیں۔
وہ عبداللہ کی زوجہ اور رفیق تھیں، وہ صاحب وقار اللہ کے نبی کی والدہ تھیں۔
اگر ان کا فدیہ دینا ممکن ہوتا تو بڑا قیمتی فدیہ دیا جاتا۔
موت کا خنجر بڑا تیز ہے۔ وہ نہ کسی خاوند کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی بیوی کو۔ ان کی رگِ جان کو کاٹ دیتا ہے"۔(1)

ابواء کے مقام پر سیدہ آمنہ کو ان کی آخری آرمگاہ میں اتارنے والوں میں سے کسی ایک کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ یہاں قبر میں آرام کرنے والی کو زندہ کیا جائے گا اور پھر ان کا ذکر کبھی بھی ختم نہیں ہوگا بلکہ ان کی حسین وجمیل صورت نسل در نسل منتقل ہوتی رہے گی۔ آپ کا اسم گرامی صدیاں گزرنے کے باوجود بھی ہمیشہ یاد رہے گا۔ آپ کا اسم گرامی ماماتا کے عظیم جلو میں ہوگا اور مومنین کے وجدان میں خوبصورت تاثر کو ابھارے گا اور ان کے شعراء بہترین سے بہترین قصائد کہیں گے اور دنیا ہر سال ربیع الاول کی اس مبارک رات کو، اس سہانی گھڑی کی یاد کو منانے والوں کے نعرے سنے گی جس میں سیدہ آمنہ نے اپنے لختِ جگر سید البشر (ﷺ) کو جنم دیا۔

"جس اوجِ کمال پر آپ پہنچے ہیں، اس پر دوسرے انبیاء کیسے رسائی حاصل کر سکتے ہیں"۔

اے آسمان! کوئی دوسرا آسمان بلندی میں تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
مقام ومرتبہ میں انبیاء آپ (ﷺ) کے ہمسر نہیں۔ آپ (ﷺ) کے حسن وجمال کی چمک کے سامنے ان کی چمک ماند پڑ گئی۔ انہوں نے اپنی اپنی قوم کے سامنے آپ (ﷺ) کی صفات کا اس طرح عکس جمیل پیش کیا جیسے پانی ستاروں کا عکس دکھاتا ہے۔"
زمانے کی گردش آپ (ﷺ) کی رہین منت ہے۔ آپ (ﷺ) ہی کی بدولت بلندیوں کو سرفرازیاں ملتی ہیں۔ آپ (ﷺ) کے سبب سے ہی سیدہ آمنہ رضی

1۔ الروض الانف۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ عنہا کو وہ فضیلت نصیب ہوئی، جس سے عورت کو شرف حاصل ہوا۔

آپ (ﷺ) کو جنم دینے کی وجہ سے آمنہ بنت وہب کو وہ اعزاز حاصل ہوا جو کسی اور عورت کو حاصل نہ ہوا۔(1)

سلام ہو سیدہ آمنہ پر جو تمام ماؤں کی سردار ہے، سلام ہو اس نبی مصطفیٰ کی والدہ ماجدہ پر جنہیں خاتم النبیین بنا کر مبعوث کیا گیا۔

الحمد للہ الصلوۃ علی نبی اللہ،

تمت بالخیر۔

..........O..........

1۔البوصیری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی۔ پاکستان

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Z.B.S.
2003

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضور ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری کی

یادگار تصانیف

ترجمہ القرآن جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن ٹپکتا ہے

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ
مسلمانوں کے لیے ایک نایاب تحفہ

سنت خیر الانام

فتنۂ انکار

سیرت رسول الثقلین ﷺ ضیاء النبی ۷ جلد

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے
معمور تصنیف

مقالات

مجموعہ وظائف و اورادِ شریف

مشائخ سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ اور دیگر سلاسل
کے معمولات اوراد و وظائف کا مجموعہ

قصیدہ اطیب النغم

خوبصورت نعتیہ قصیدہ کی پرسوز
اور دلآویز شرح

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari